مدینۃ المسیح

بتقریب سالانہ جلسہ ابھی سے مہمان آنے شروع ہو گئے ہیں اور دُور دُور سے احباب پہنچ رہے ہیں۔

۲۱ دسمبر ۱۹۲۰ء ڈاکٹر گارڈن صاحب جو کہ ضلع گورداسپور کے پادری ہیں۔ اور قریباً ۲۵ سال سے کام کر رہے ہیں معہ ایک اور یورپین صاحب کے آئے اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ سے ملے۔ چونکہ پادری صاحب نے صرف ملنا ہی تھا۔ اسلئے کوئی مذہبی گفتگو نہ ہوئی البتہ جب انہوں نے یہ کہا کہ بٹالہ سے قادیان آنے والی سڑک بہت خراب اور تکلیف دہ ہے۔ اسکے پختہ بنانے کا انتظام کرنا چاہیئے تو حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ اس سے بھی حضرت مرزا صاحب کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ آپ نے قبل از وقت بتایا تھا کہ لوگ دُور دُور سے آئینگے۔ چنانچہ باوجود رستہ کی تکالیف کے آتے ہیں۔ پادری صاحب... سنکر خاموش ہو گئے۔

سب کے حلقوں میں یہ احمد مرا تنہا نکلا

(از جناب قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدی پشاور)

مژدہ! وہ احمد موعود یہاں آ نکلا
مطلع شرق پہ وہ نیّر بیضا نکلا

ظلمت کفر جو عالم میں تھی پھیلی ہر سُو
عین اسی وقت میں یہ بدر چمکتا نکلا

منتظر جس کے تھے تم چرخ سے اُترے کبھی
لو اسی ارض سے وہ مرد مسیحا نکلا

کل نبی جلوہ نما ہونے تھے اک وقت اگر
سب کے حلقوں میں یہ احمد مرا تنہا نکلا

دُرجِ عالم میں اگرچہ ہیں ہزاروں گوہر
لیک احمد مرا وہ دُر ہے جو یکتا نکلا

مرے موسیٰ کے عصا سے ہوئے ساحر نادم
آنکھ چندھیا گئی جب وہ ید بیضا نکلا

شام سے چرخ پہ سمجھا تھا جو عیسیٰ کا عروج
یہ غلط ہے وہ سرینگر میں تھا جا نکلا

شمع رُو میں تیرا پروانہ نہیں ہوں تنہا
اب تو ہر بزم میں عالم ترا شیدا نکلا

امتحاں میں جو پڑی قوم تو سب چونک اٹھو
کیونکہ سمجھا تھا بڑا جس کو وہ چھوٹا نکلا

وہ ملمع شدہ زیور جسے سمجھے تھے کھرا
جب کٹھالی میں وہ ڈالا گیا کھوٹا نکلا

وہ جو کہتے تھے کہ یوسف کبھی ہوتا تھا غلام
ان کو کہدو کہ وہی مصر کا آقا نکلا۔

اخبار احمدیہ

عربی لیکچر

حسب خواہش جناب رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی مسٹر ولسن صاحب بہادر ۱۱ دسمبر ۱۹۲۰ء عربی زبان کے قواعد کے متعلق قائم مقام جناب سید زین العابدین صاحب ولی اللہ شاہ صاحب کا لیکچر عربی میں قریباً دو گھنٹے اورینٹل ہال میں زیر صدارت مسٹر محمد شفیع صاحب ایم ۔ اے پی ۔ ایچ ڈی وائس پرنسپل طلباء اورینٹل کالج ہوا جس میں اورینٹل کالج ...... اور دوسرے کالجوں کے عربی دان طلباء وغیرہ شامل تھے ۔ خدا کے فضل سے لیکچر بہت کامیاب ہوا ۔ سامعین بہت متاثر اور محظوظ ہوئے امید ہے ۔ رجسٹرار صاحب پنجاب یونیورسٹی آئندہ بھی جناب سید صاحب کے لیکچروں کا انتظام کر کے عربی دان اصحاب کو مستفید ہونے کا موقع دینگے ۔

درخواست دعا

(۱) خاکسار کی ہمشیرہ سخت بیمار ہے ۔ دعا کی درخواست ہے ۔ (عطا محمد بنگہ)

(۲) میں درخواست کرتا ہوں ۔ کہ احمدی بھائی میری دینی اور دنیوی ترقیات کے لئے دعا فرمائیں (رحمت اللہ خاں فیض اللہ چک) (۳) میری اہلیہ سخت بیمار ہے ۔ اس کی صحت کے واسطے احمدی بھائی دعا کریں (گلاب خاں احمدی پوشماسٹر رہتک) (۴) میں سخت بیمار رہوں ۔ میری صحت کے لئے دعا کی جائے (تابعدار مبارک علی لوہیاں) (۵) یہ خادم سخت مشکلات میں ہے ۔ احمدی برادران کی خدمت میں بذریعہ الفضل دعا کی درخواست ہے (احمد دین لدگر پونچھ) (۶) میں چند مشکلات میں ہوں ۔ چونکہ فیصلہ قریب آرہا ہے ۔ اس لئے ان تمام اصحاب کی خدمت میں جن تک میرے یہ الفاظ پہنچیں ۔ عرض ہے ۔ کہ وہ اس عاجز کیلئے دعا کریں ۔ کہ اللہ تعالیٰ غم و فکر سے نجات بخشے (محمد صدیق ریلوے گارڈ)

تلاش عزیز

خاکسار کا لڑکا ثناء احمد تعلیم الاسلام ہائی سکول میں پڑھتا تھا سکول چھوڑ کر کہیں بھاگ گیا ہے ۔ احباب سے درخواست ہے ۔ کہ اسکو تلاش کر کے عاجز راقم کو پتہ دیکر دعا لیں ۔ کیونکہ اس

لڑکے کی ماں بوجہ بیمار ہونیکے اس خبر سے اور زیادہ بیمار ہو گئی ہے (خاکسار محمد شفیع قریشی سیالکوٹی)

ولادت

۱۶ ۔ نومبر ۱۹۲۰ء ۔ جناب عبدالوہاب صاحب احمدی بریلوی کو خدا تعالیٰ نے فرزند عطا کیا ۔ خدا تعالیٰ مبارک کرے ۔ اور خادم دین بنائے ۔ (محمد حبیب احمد احمدی بریلوی) بندے کے ہاں ۲۵ نومبر کو لڑکا متولد ہوا ۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے ۔ اس کے لئے دعا کی جائے (منشی عبدالکریم ریلوے شفاخانہ جنید) ٭ خانصاحب مولوی غلام محمد صاحب مقیم قادیان کے ہاں لڑکا متولد ہوا ۔ حضرت خلیفۃ ثانی نے اس کا نام محمد ابراہیم رکھا ۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے ٭

نماز جنازہ

(۱) میرزا امیر احمد خاں عرائض نویس جو کہ حضرت اقدس مسیح موعود کے مخلص خادم ... میں ... سے ... بعمر ۳۰ اکتوبر ... کو وفات پاگئے (میر اکبر اپیل نویس از مردان)

کوئی ریلوے سٹرائک نہیں ہوگی

افواہ تھی ۔ کہ دسمبر کے آخری عشرہ میں ریلوے ہڑتال ہوگی ۔ لیکن یہ افواہ صحیح نہیں اسلئے جلسہ پر آنے والے احباب ہڑتال کا خیال کر کے اپنے ارادہ شمولیت جلسہ کو ملتوی نہ کریں ۔ جلسہ ۲۶ دسمبر سے شروع ہوکر ۲۹ ۔ دسمبر ۱۹۲۰ء تک رہیگا ٭

(۲) میرے والد صاحب منشی فضل الدین صاحب محرر ڈاک دفتر کمشین ظفروال ضلع سیالکوٹ ۲۵ ۔ اکتوبر کو قضا الٰہی سے فوت ہو گئے ۔ (حسن الدین ملازم چوہدری ظفراللہ خانصاحب بیرسٹرایٹ لاء) (۳) خاکسار کے والد بزرگوار حضرت مولوی گلاب الدین صاحب احمدی سکرٹری انجمن احمدیہ رہتاس قریباً چھ ماہ بیمار رہکر دس دن سے ہسپتال جہلم میں زیر علاج تھے ۔ گیارہویں دن یعنی ۲۳ نومبر ۱۹۲۰ء کے بروز منگل بوقت دو بجے دن کے اس دار فانی سے رخصت ہوکر عالم جاودانی کو رحلت فرما گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ حضرت والد مرحوم حضرت مسیح موعود کے ارشاد الوصیت کی تعمیل ہوش و حواس میں پہلے ہی کر چکے ہیں ۔ آپ جہلم سے رہتاس اپنے مسکن میں لائے گئے اور بشمولیت جماعت احمدیہ جہلم جنازہ پڑھ کر دفن کئے گئے (خاکسار محمد حسن خلف مولوی صاحب مرحوم از رہتاس)

(۴) میرے ۔ ریاست پٹیالہ میں ایک نہایت مخلص اور حضرت صاحب کے پرانے ملنے والے خانصاحب محمد عمر خاں جاگیردار محلہ بستی بھیلے خاں ۔ جو انجمن احمدیہ نیوڑے کے سکرٹری تھے ۔ چند روز بیمار رہکر ۱۶ ۔ نومبر ۱۹۲۰ء کو رحلت فرما گئے ہیں ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ احباب جنازہ غائب پڑھیں (سید کریم) ہماری جماعت کے اعلیٰ ممبر سی سی حسنار ۹ ۔ نومبر کو فوت ہو گئے ۔ آپ ۱۹۱۱ء میں قادیان میں حاضر ہوئے تھے انا للہ (حامد کنانور مالابار) میرا لڑکا محمد امین قضا الٰہی سے گذر گیا ۔ نماز جنازہ کے لئے اخبار میں شایع کر دیں (عطا محمد بنگہ) میری اہلیہ فوت ہو گئی ۔ انا للہ احباب اس کا جنازہ غائب پڑھیں (سیال پہلوان جھنگ) میری لڑکی مسماۃ بڈھی فوت ہو گئی ہے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ احباب نماز جنازہ غائب پڑھیں ۔ (مہرالدین موضع ملچھیاں) میرے والد ماجد مولوی سید اکرام الدین صاحب کٹکی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سابقین اولین خدام میں سے تھے ۔ اور جن کو بیعت کئے ہوئے تخمیناً ۲۳ ۔ ۲۴ سال کا عرصہ ہوا ہوگا ۔ داعی اجل کو لبیک کہا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ مرحوم کٹک کی جماعت کے سکرٹری بھی رہے ہیں ۔ میں جماعت کے بزرگوں اور دوستوں سے دست بستہ عرض کرتا ہوں ۔ کہ انکے لئے جنازہ غایب پڑھ کر دعا مغفرت کریں ۔

۔ خاکسار عاجز سید صمصام الدین احمدی کٹکی عفا عنہ

از سونگڑہ کٹک) میرے والد محمد خاں صاحب ذیلدار موضع میتروالی ضلع امرتسر جو نہایت پرانے اور نہایت مخلص احمدی تھے ۔ ۹ ۔ دسمبر کو فوت ہو گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ مرحوم کا جنازہ غایب پڑھا جائے ۔ (عبدالرحیم خاں سب انسپکٹر پولیس لاہور) ایک احمدی بھائی عبدالستار ۱۱ ۔ دسمبر کو فوت ہو گئے ۔ انا للہ احباب جنازہ غایب پڑھیں ۔ (محمد احمد سکرٹری انجمن احمدیہ سنگھ ضلع کٹک) میرے والد حکیم محمد صالح صاحب سیال احمدی ساکن کہل ۲ اور ۳ ۔ دسمبر کی درمیانی شب کو فوت ہو گئے ۔ انا للہ (خاکسار عبدالمجید ابن حکیم محمد صالح مرحوم) سید محمود کمپازیٹر گورنمنٹ پریس تین ماہ بیمار رہکر فوت ہو گئے ۔ انا للہ (سردار علی سکرٹری انجمن احمدیہ بمبئی) چوہدری عبداللہ خاں صاحب داتا زید کا کی والدہ فوت ہو گئی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون (اکبر علی امام مسجد داتا زید کا)

الفضل (بسم اللہ الرحمن الرحیم)

قادیان دار الامان - ۲۳ - دسمبر ۱۹۲۰ء

قادیان پہنچو

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے
من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلاہے

وہ دن آگئے - جبکہ مرکز سلسلہ حقہ احمدیہ میں دور دور سے طالبان حق آئیں گے - اور اپنی آمد سے خدائی اقوال کی تصدیق کرینگے - اور اپنے حال سے ثابت کردینگے - کہ

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

چودھویں صدی کے تیرہ و تاریک زمانہ میں ایک بیابان سے خدا کا صور پھونکا گیا - وہ جو اس آواز کے منتظر تھے لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھے - اور اس جگہ جمع ہو گئے - جہاں انہوں نے خدا کا جلوہ اور انوار الٰہی کی منزل گاہ کو دیکھا -

خدا کا وہ نور اپنی ضیا پاشی سے لاکھوں کو منور کر کے اپنے اصلی مرکز کی طرف صعود و عروج کر گیا - مگر اس سے جہاں لاکھوں اندھوں نے بینائی پائی - وہاں کروڑوں مدعیانِ بصیرت صاف بے بصیرت ثابت ہوئے - نور کو ہمیشہ ظالموں نے ظلمت ہی بتایا - ایسے اندھوں کے لئے خدا نے چاہا کہ نور بقدر ان کی ذاتی قابلیت کے کسی قدر ان کو بھی دیا جائے - چنانچہ اس نے اس آفتاب و ماہتاب دین کے نواب و خلفاء کا سلسلہ مقرر فرمایا - اور اس سلسلہ کی دوسری کڑی سے آج ہم وابستگان دامن مسیحائی وابستہ و پیوستہ ہیں - الحمد للہ

چونکہ ضرورت تھی کہ وہ سلسلۂ علاج جو خدا نے تجویز کیا تھا جاری رہے - اسلئے روحانی طبیب نے علاوہ متفرق اوقات علاج کے ایک خاص وقت بھی مقرر فرمایا جبمیں بیمار دور دراز سے لوگ جمع ہوں - اور اپنے روحانی دردوں و دکھوں کا علاج کرائیں - اور آپکی منشاء کے مطابق شفایاب ہوں

چنانچہ اس کامیاب طریق علاج پر برسوں سے عمل ہو رہا ہے اور قیامت تک ہوتا رہیگا - انشاء اللہ تعالیٰ - اس سے لاکھوں اندھوں نے بینائی - بہروں نے شنوائی پائی وہ جن کے پہلوؤں میں سنگ خارا رکھا تھا اس شفاخانہ میں آکر اہل دل ہو گئے - اور وہ جن کا قلب ظلمتوں کا مرکز تھا - نور ریز - نورانیت افشاں ہو گئے -

لیکن کیا تم ان پر افسوس نہ کرو گے - جنہوں نے دیکھا کہ اندھے سوجاکھے اور بہرے شنوا ہو گئے - مگر اب تک ضد پر قائم ہیں - بیماریوں سے بدحال ہیں - مرض نے ان کے جسم کو کھوکھلا کر دیا ہے - جان لبوں پر اور خود گور کے لب پر ہیں - مگر بکتے ہیں - کہ ہم اس طریق کے دشمن اور اس شفاخانہ کے مخالف - اور اس طبیب کی جان کے لاگو اور اس شفاخانہ سے شفا پانے والوں کے دشمن ہیں - حالانکہ نہیں دیکھتے کہ ان کے دعوے بے دلیل - ان کی لن ترانیاں بے معنی - اور ان کی دھمکیاں بادہوائی ہیں - کیونکہ وہ نور اور اس نور کے عشاق ایک ایسے ہی عالم میں رہتے ہیں - جس کی مخالفوں کو خبر تک نہیں - ان کی ایک ایسی طاقت محافظ ہے - جس پر مخالفوں کی نظر نہیں - پھر تو دشمن کامیاب کیسے ہوں گے - اور یہ نورانی لوگ ناکام کیونکر -

رات تاریک ہے اور سخت تاریک - لوگ جنگل میں چل رہے اور ٹھوکریں کھا رہے ہیں - خدا نے جو شمع ہدایت اور آفتاب روشن کیا ہے - کیوں اس کی طرف نہیں دوڑتے - لیکن اگر وہ ناواقفیت سے اس شمع کی طرف پیٹھ کئے ہوئے ہیں تو کیا ان لوگوں کا جو خود اس نور سے منور ہو چکے ہیں - فرض نہیں کہ ٹھوکریں کھانیوالوں کو بتائیں اور دکھائیں کہ نور تمہارے پیچھے ہے ادھر دیکھو اور ٹھوکریں نہ کھاؤ -

غیر تو غیر وہ تو ابھی اس نور کی روشنی اور دوائی تاثیر سے واقف ہی نہیں - ہم میں بھی ایسے ہیں - جنہیں ابھی بہت کچھ سیکھنا سمجھنا ہے - اسلئے چاہیئے کہ ہماری جماعت کے لوگ بہ تعداد کثیر آئیں - اور اس چشمۂ ہدایت کے اوپر بیٹھ کر سیراب اور شاداب ہوں - کیونکہ یہ قدرتی بات ہے کہ پانی سے جس قدر دور کوئی پودا ہو گا - اس پر اسی قدر زیادہ خشکی کا اثر ہو گا - اور جتنا کوئی مکان روشنی سے دور ہو گا - اتنا ہی اس میں روشنی کم اور تاریکی زیادہ ہو گی - اس لئے خشکی کا علاج یہی ہے - اور اس تاریکی کا چارہ یہی کہ اس پانی اور اس نور سے جسقدر حصہ لے سکیں - لیں -

جب یہ قدرتی بات ہے، تو کیوں نہ ہم اس روحانیت کے سرچشمہ کی طرف دوڑیں - اور اپنی تشنہ کامی کو مبدل بہ سیرابی کریں - اگرچہ ہمیں زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں - مگر یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتے کہ اے تشنگان ہدایت اس چشمہ کی طرف دوڑو اور اپنے اپنے برتن بھر لو - نہیں معلوم - آئندہ کس خوش نصیب کو یہ ایام دیکھنے نصیب ہوں اور کون دار آخرت کو روانہ ہو جائے -

مگر ہم تم کو یہی نہیں کہتے کہ تم اکیلے ہی آؤ - بلکہ یہ بھی کہتے ہیں کہ خود بھی آؤ اور کثرت سے آؤ - لیکن ساتھ ہی ان لوگوں کو بھی لاؤ اور بکثرت لاؤ - جو زندہ رہنا اور زندہ ہونا چاہتے ہیں - خدا کی نصرتیں جلوہ ریزی کر رہی ہیں اور ہر ایک اپنی استعداد کے مطابق ان سے بہرہ اندوز ہو رہا ہے - ایسے وقت میں کوئی کیوں محروم رہے - اور کیوں نہ اس طرف کو دوڑے -

کسی کا قبلۂ مقصود کوئی ہے کسی کا کوئی - مگر ہمارا قبلۂ مقصود خدا ہے - اگر خدا ہم کو مل جائے تو خدا کی ساری مخلوق ہماری ہے - دنیا اپنے اپنے مقصود کی طرف دوڑ رہی ہے - پھر ہم اپنے خدا کی طرف کیوں نہ دوڑ کر آئیں تاکہ اس کی رحمتیں اور نصرتیں ہم پر بھی آکر سمائیں -

پس ہم دعوت دیتے ہیں انکو جو حق چاہتے ہیں ہم دعوت دیتے ہیں ان کو جو خدا کی رضا کے بھوکے اور اسکی معرفت کے تشنہ لب ہیں اسکے عرفان کیلئے مضطرب ہیں آئیں اور اپنے مقاصد پائیں - کیا آدم کے فرزندان رشید اس دعوت پر لبیک کہینگے ؟

واجب الاطاعت امام کی ضرورت

ہم گذشتہ پرچہ میں مولوی ابوالکلام صاحب آزاد کے ایک مضمون کی بناء پر بتا چکے ہیں کہ ایک امام کی ضرورت کو کس طرح محسوس کیا جارہا ہے۔ آج ہم پنجاب کے مشہور شاعر ڈاکٹر اقبال کے الفاظ میں اس احساس کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا ایک مراسلہ زمیندار میں بعنوان "اراکین انجمن حمایت اسلام لاہور اور مسئلہ ترک موالات" شایع ہوا ہے جس میں مسلمانوں کی خود سری اور خود رائی اور موجودہ تخریب اور زوال پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اسوقت مسلمانوں کی بدنصیبی ہے اس ملک میں یا اور اسلامی ممالک میں کوئی واجب الاطاعت امام موجود نہیں۔"

فی الواقع مسلمانوں کی بہت بڑی بدنصیبی ہے کہ تمام روئے زمین پر وہ کوئی واجب الاطاعت امام نہیں رکھتے۔ لیکن کیا اس بدقسمتی کے وہ خود ذمہ دار نہیں ہیں۔ اور خود اس بدنصیبی کو اختیار کئے ہوئے نہیں ہیں۔

خداتعالیٰ نے اس تیرہ و تار زمانہ میں مسلمانوں کی اس بدنصیبی کو دور کرنے کے لئے اپنا ایک برگزیدہ انسان بھیجا جس نے اسلام کو نئے سرے سے قائم کیا۔ اور اپنے پیچھے ایک "واجب الاطاعت امام" کی نعمت کو چھوڑ گیا لیکن کیا مسلمانوں نے اس نعمت سے فائدہ اٹھایا۔ ہرگز نہیں اگر وہ فائدہ اٹھاتے۔ اور اسکی اطاعت کا جوا اپنی گردن پر رکھ لیتے۔ تو آج انہیں بصد حسرت و یاس یہ نہ کہنا پڑتا کہ بدنصیبی سے ہمارا کوئی واجب الاطاعت امام نہیں۔

اب بھی وقت ہے۔ کہ مسلمان اس طرف متوجہ ہوں۔ اور ایک واجب الاطاعت امام کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر کام کریں۔ تا ان پر سے ذلت و ادبار کے دن دور ہو جائیں۔ انہیں یاد رہنا چاہیئے۔ کہ جب تک ان کی وہ بدنصیبی دور نہ ہوگی۔ جس کا انہیں خود احساس ہو رہا ہے۔ اسوقت تک انکے کامیاب ہونے کی امید رکھنا بالکل فضول ہے۔ اور کامیابی اور کامرانی کا صرف یہی طریق ہے کہ خداتعالیٰ نے مسلمانوں کی راہ نمائی کے لئے جو انتظام کیا ہے۔ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اور اپنی تمام خواہشوں کو چھوڑ کر ایک واجب الاطاعت امام کو اپنا راہ نما تسلیم کریں۔

بیاہ شادیوں میں سادگی

ان دنوں بڑے فخر کے ساتھ اخبارات میں شایع کیا جارہا ہے کہ مسٹر شوکت علی و محمد علی کے لڑکے لڑکیوں کی شادی ہوئی جس میں کوئی رسم و رواج کی پابندی نہ تھی۔ یہ بڑی اچھی بات ہے۔ اور اگر مسلمان بیاہ شادیوں میں اس سادگی کو اختیار کرلیں۔ جو اسلام سکھاتا ہے اور جو رسول کریم اور صحابہ کرام کے طرز عمل سے ظاہر ہے۔ تو وہ بہت سی ایسی بلاؤں اور مصیبتوں سے جو رسوم و رواج کے باعث ان کی معاشرتی اور تمدنی حالت کو تباہ کر رہی ہیں بچ جائیں۔ لیکن مسٹر شوکت علی و محمد علی کی شادی جو ممکن ہے۔ بوجہ اپنی سیاسی مصروفیت کے کوئی رسم ادا نہ کرسکے ہوں۔ اتنے فخر سے اخبارات میں شایع ہونا ظاہر کرتا ہے کہ مسلمان فضول اور خلاف شریعت رسوم کی پابندی سے باز رہنا بھی بڑا کارنامہ سمجھتے ہیں۔ اور اس کے سرانجام دینے کی طاقت اپنے چوٹی کے لیڈروں میں ہی سمجھتے ہیں۔

ہم بطور تحدیث بالنعمت ذکر کرتے ہیں۔ کہ ہمارے ہاں خدا کے فضل سے ہر ایک شادی خواہ وہ کسی امیر گھرانے کی ہو یا غریب کی عین شریعت کے احکام کے مطابق بغیر کسی رسم کے بالکل سادگی کے ساتھ ہوتی ہے۔ نکاح مسجد میں ہوتے ہیں۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اعلان ہوتا ہے کہ نکاح ہوگا۔ لوگ ٹھہر جائیں۔

خطبہ نکاح آیات مسنونہ پڑھ کر اردو میں ہوتا ہے جس میں مناسب موقع زوجین کے فرائض وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ خطبہ کے بعد اعلان نکاح ہوتا ہے۔ اور ایجاب قبول کرایا جاتا ہے۔ اور مہر جو حسب حیثیت اور براضی طرفین مقرر ہوتا ہے سنایا جاتا ہے۔ آخر میں دعا کی جاتی ہے۔ اور حاضرین میں چھوہارے یا کھجوریں تقسیم کی جاتی ہیں۔

اسکے بعد رخصتانہ کے وقت بھی کسی قسم کی ناجائز رسوم نہیں کی جاتیں۔

ہماری جماعت کو ان تمام فضول رسموں سے چھٹکارا محض اسلئے حاصل ہوا ہے کہ اس نے حضرت مسیح موعود کو قبول کیا ہے دوسرے لوگ اگر چاہتے ہیں کہ وہ بھی ان تباہی خیز باتوں سے بچیں تو انہیں بھی حضرت مسیح موعود کی غلامی میں داخل ہو جانا چاہیئے۔

[illegible]

مسٹر گاندھی مسلمانوں کے سچے ہمدرد [illegible] بن کر [illegible] ٹوٹ پڑیں [illegible] اور مسلمانوں [illegible] حل اور ان کی مصائب کے رفع کرنیکے لئے ترک موالات کر دیا لیکن [illegible] یہ ہے کہ ان کی ہمدردی اور عنایت فرمائی کا ثبوت کیا ہے کیا یہی کہ مسلمانوں کی تعلیم گاہوں پر غضب ڈھایا۔ اور ان کو ویران کر دیا جاوے۔ اور بعض جوشیلے لوگوں کو آمادہ کر لیا کہ وہ اپنے گھر کی اور اپنے تعلیمی گہوارہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں۔ ہم مسٹر موصوف کے اس حملہ کو بھی نیک نیتی اور مسلمانوں کی بہی خواہی خیال کرتے۔ اگر جناب والا کا رویہ ہندو یونیورسٹی کے ساتھ بھی یہی رہتا۔ مگر افسوس ایسا نہ ہوا۔ مسلمان طلباء کو تو کہا گیا کہ اس معاملہ میں اپنے والدین کی اطاعت نہ کرنا ہی ان کی سعادت مندی ہے۔ اور ان کے والدین کو بتایا گیا۔ کہ اگر آپ کے فرزندان رشید اسوقت آپ کی خواہشوں کو پرواہ نہ کریں۔ تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ اس طرح ایک اعلیٰ مقصد حاصل ہوتا ہے۔ لیکن یہی مسٹر گاندھی جب بنارس پہنچتے ہیں۔ تو باوجود اس وعدہ کے کہ جس طرح انہوں نے علیگڑھ کو تباہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح بنارس یونیورسٹی کی تباہی کی سعی کرینگے۔ ان کا رنگ فوراً بدل جاتا ہے اور ہندو طلباء کو یہ نصیحت فرماتے ہیں کہ:-

"طلباء کو میں ہدایت کرتا ہوں کہ وہ اس مسئلہ پر غور کریں۔ اور کوئی راہ اختیار کرنے سے پہلے اس معاملہ میں اپنے والدین سے بھی مشورہ کریں۔ جو لوگ ترک موالات کی تحریک میں شریک ہوئے ہیں ان کو ان لوگوں کے کام میں خلل انداز ہونے کی ضرورت نہیں جو موجودہ حالات میں بھی تعلیم حاصل کرنے میں مشغول ہیں۔"

(مشرق ۹ دسمبر ۱۹۲۰ء)

مسٹر گاندھی کے اسی طرز عمل سے نہایت آسانی کے ساتھ معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ انہیں کس قوم سے حقیقی ہمدردی ہے اور کس قوم کی ہمدردی کے پردے میں تخریب کے درپے ہیں۔ کیا مسلمان طلباء کی تعلیم میں حرج ڈالنے والے اسپر غور فرمائینگے۔

خطبہ جمعہ

اکرام ضیف

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ

فرمودہ ۱۹ دسمبر ۱۹۳۰ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں نے ایک جمعہ چھوڑ کر اس سے پہلے جمعہ میں نصیحت کی تھی کہ ہمارے قادیان کے دوست جلسہ کے کام میں منتظمین کی مدد کریں۔ چونکہ اب جلسہ قریب آ گیا ہے۔ اور اگلا جمعہ قریباً جلسہ کے دنوں میں ہی ہوگا۔ کیونکہ عموماً جمعہ کی نماز پڑھنے کیلئے لوگ پہلے سے یہاں پہنچ جایا کرتے ہیں۔ اسلئے میں جلسہ کے انتظام کے دوسرے پہلو کے متعلق احباب کو نصیحت کرتا ہوں۔

ہر دفعہ پوری کوشش کی جاتی ہے۔ کہ ہر طرح مکمل انتظام ہو مگر پھر بھی کچھ نقص رہ جاتے ہیں۔ اور مہمانوں کی خاطر مدارات ایسی نہیں ہوتی۔ جیسی کہ ہونی چاہیئے۔ اس میں شبہ نہیں۔ کہ اتنے بڑے اجتماع کا انتظام ایک دو مہمانوں کے انتظام کی طرح نہیں ہو سکتا۔ اور اس تعداد کے لحاظ سے جو قادیان میں رہنے والے احمدیوں کی ہے۔ یہ مشکل بھی ہے۔ اتنا بڑا انتظام حکومت کر سکتی ہے۔ کیونکہ اس کا تسلط وسیع علاقہ پر ہوتا ہے۔ اور اسے سینکڑوں آدمی کام کرنے کیلئے مہیا ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس چھوٹے سے گاؤں میں ہمارے پاس اتنے کمرے بھی نہیں۔ جن میں ہم اچھی طرح مہمانوں کو ٹھیرا سکیں۔ ہمیں مجبوراً دس دس بیس بیس آدمیوں کو ایک ایک کمرے میں رکھنا پڑتا ہے۔ لیکن اگر ہم زیادہ جگہ مہیا نہ کر سکیں۔ تو ہم پر الزام نہیں۔ کیونکہ جو شخص اپنے مہمان کو دال روٹی مہیا کر سکتا ہے۔ اگر وہ یہی اپنے مہمان کے سامنے حاضر کر دیتا ہے تو اس پر ہرگز الزام نہیں آئیگا۔ کہ اس نے کیوں مہمان کی لئے پلاؤ مہیا نہیں کیا بلکہ وہ شخص خدا کے نزدیک تعریف کے قابل ہوگا۔ کہ وہ جو کچھ کر سکتا تھا۔ اس نے کیا۔ حدیث میں آتا ہے۔ کہ ایک دفعہ بہت سے مہمان آئے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صحابہ میں تقسیم کر دیا۔ ایک صحابی اپنے حصہ کے مہمان کو اپنے گھر لے گئے۔ اور بیوی سے پوچھا کھانا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کھانا تو اب کوئی نہیں۔ صرف بچوں کے لئے کسی قدر ہے۔ انہوں نے بیوی سے کہا۔ کہ میں تو آنحضرت صلعم کا ایک مہمان لے آیا ہوں۔ اس لئے بچوں کو سلا دو۔ اور جب میں مہمان کو لاؤں۔ تو کسی طرح چراغ گل کر دینا۔ اور گھر میں روشنی کا سامان بھی نہ رکھنا۔ کیونکہ مہمان اکیلا کھانا نہیں کھائیگا۔ اور مجھے بھی اس کے ساتھ کھانا پڑیگا۔ چنانچہ جب مہمان اندر آیا۔ تو چراغ کسی طرح گل کر دیا گیا۔ صحابی نے مہمان سے معذرت کی۔ کہ اب چراغ روشن نہیں کیا جا سکتا آپ اندھیرے میں ہی کھانا کھائیں۔ کھانا سامنے رکھا گیا۔ صحابی یونہی اندھیرے میں منہ سے آواز پیدا کرتے رہے۔ گویا کھانا کھا رہے ہیں۔ جس سے مہمان نے قیاس کیا۔ کہ وہ بھی کھانا کھا رہے ہیں۔ اور خود سیر ہو کر کھایا۔ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ الہام کے ذریعہ بتایا اور تعریف کی۔

پس یہ ضروری نہیں۔ کہ تم اگر اپنے مہمان کو پلاؤ نہیں کھلا سکتے تو ضرور پلاؤ ہی کھلاؤ۔ بلکہ تمہارا صرف یہ فرض ہے۔ کہ تم اس کو جو کچھ کھلا سکتے ہو۔ وہ کھلاؤ اور تمہارا وہی کچھ مہمان کے پیش کرنا خدا کے نزدیک قابل تعریف فعل ہوگا۔ جس کی تمہیں استطاعت ہے

پس انسان کا فرض اکرام ضیف کے مسئلہ میں یہ ہے۔ کہ وہ اپنے مقدور بھر کوشش کرے۔ یہ تو وہ باتیں ہیں جو انسان کے اختیار کی نہیں۔ اور جلسہ پر آنے والے مہمانوں کے متعلق بھی بعض ایسی باتیں ہیں۔ جو فی الحال ہماری استطاعت سے بڑھ کر ہے۔ مثلاً یہ کہ چاہیئے۔ کہ مہمان کے لئے جو جگہ ہو وہ فراخ ہو۔ اچھی ہو۔ اور اس کی ضروریات کے مطابق ہو۔ مگر ہم اپنے مہمانوں کے لئے اتنی جگہ مہیا نہیں کر سکتے۔ ہمارے گھروں میں ان دنوں میں کوئی جگہ نہیں رہتی۔ ایک ایک مکان میں دس دس بیس بیس آدمی بھرے ہوتے ہیں۔ یا ہمارے ملک کے لوگ چارپائی پر سونے کے عادی ہوتے ہیں۔ مگر ہم اتنی چارپائیاں مہیا نہیں کر سکتے۔ پھر یہ بھی کہ مہمان کے آگے اچھے سے اچھا کھانا رکھا جائے۔ مگر ہم اس فرض کو بھی ادا نہیں کر سکتے۔ ہماری موجودہ مالی حالت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ پس یہ وہ باتیں ہیں۔ جو ہم نہیں کر سکتے۔ اس لئے اس کی وجہ سے ہم پر کوئی الزام نہیں آتا مگر بعض باتیں ایسی ہیں۔ جو ہم کر سکتے ہیں۔ اگر ہم ان کو نہیں کرینگے۔ تو سمجھا جائیگا۔ کہ جو کچھ ہم کر نہیں سکتے تھے۔ اگر کر سکتے۔ تو وہ بھی نہ کرتے۔

وہ کیا باتیں ہیں۔ جو ہم کر سکتے ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ ہم خوش اخلاقی سے پیش آئیں۔ اگر کسی کی کوئی چیز گم ہو گئی ہو۔ تو ہم اس کو تلاش کرنے میں مدد دیں۔ یا کسی نے کسی جماعت سے ملنا ہے تو اس کا پتہ بتانا چاہیئے۔ یا کسی نے کسی منتظم سے ملنا ہے۔ تو اسے ملائیں۔ یا کسی کو حکیم کی یا کسی دوکان کے معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔ تو اس کی تلاش میں مدد دیں۔ اگر تم ان باتوں کو کرو۔ تو وہ جو نہیں کر سکتے۔ ان کا بھی ثواب ملیگا۔ اور سمجھا جائیگا۔ کہ اگر وہ چیزیں تمہارے قبضہ میں ہوتیں تو تم کرتے۔ اور اگر یہ نہ کرو۔ تو پتہ لگیگا۔ کہ اگر تمہارے پاس وہ چیزیں ہوتیں۔ تو ان کو بھی نہ کرتے۔

یہ سوال ہوا ہے۔ کہ قیامت کے دن ایسے علاقوں کے لوگ یا بچے جن کو اسلام کا پتہ نہیں قیامت کے دن ان سے کیا سلوک ہوگا۔ مسلمان محققین اسی طرف گئے ہیں۔ کہ یہ دیکھا جائیگا۔ کہ جن باتوں پر وہ ایمان لا سکتے تھے۔ ان پر لاتے ہیں۔ کہ نہیں۔ اور ان پر عمل کیا کہ نہیں مثلاً کسی کے پاس حضرت مسیح کی خبر نہیں پہنچی رسول کریم کی پہنچی اور اس نے آپ کو مان لیا۔ تو سمجھا جائیگا۔ کہ اگر مسیح کے وقت کی خبر پہنچتی تو انہیں بھی مان لیتا۔ یا خدا تعالےٰ کے ایک ہونے پر اس کو ایمان تھا۔ کہ نہیں۔ بعض احادیث سے یہ بھی پتہ لگتا ہے۔ کہ قیامت کے دن ایسے لوگوں کو موقعہ دیا جائیگا۔ کہ وہ صداقتوں کو قبول یا رد کریں۔

پس اس موقعہ پر خوش خلقی اور ہمدردی ظاہر کرو۔ اور اس طرح ان امور کے متعلق بھی ثواب حاصل کرو جو اس وقت تمہارے مقدور میں نہیں۔ پس میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنے نفس کو ماریں۔ اور عادت ڈالیں۔ کہ وہ مشقت برداشت کر سکے۔ تھوڑے تھوڑے سے

کاموں سے ہی بڑے کام ہوا کرتے ہیں۔ پہلے دن جب مدرسہ میں لڑکا جاتا ہے۔ تو قاعدہ پڑھتا ہے۔ اور وہ بھی دو تین حرف اور اس کے بعد اس کو چھٹی دی جاتی ہے۔ لیکن آہستہ آہستہ وہ خوب عادی ہو جاتا ہے۔ اور آخر پڑھنے والے انسان کی ایسی حالت ہوتی ہے۔ اور بہت سے لوگوں کی اور میری بھی ہے۔ کہ اگر مطالعہ نہ کیا جائے۔ تو بیمار ہو جائیں۔ ان کے لئے صحت اور راحت یہی ہوتی ہے کہ وہ پڑھیں اور اپنا علم بڑھائیں۔ ایک دوست تھے بہت مخلص اور بڑے عالم جو اب بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔ ان کی حالت غریبانہ تھی۔ جو علم کے ساتھ کسی قدر خصوصیت رکھتی ہے۔ بڑے متوکل علے اللہ تھے۔ بعض دفعہ ہفتہ ہفتہ فاقہ پر گذرتا تھا۔ لوگ ان کے چہرے سے دیکھتے تھے۔ مگر وہ اس حال میں بلند آواز سے بولتے تھے۔ کہ لوگ ان کو بھوکا نہ خیال کریں۔ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اول نے ان سے دریافت کیا۔ کہ آپ کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے آپ کا خیال تھا۔ کہ روپیہ وغیرہ کے متعلق ہو۔ تو آپ مدد کر دیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ ایک مکان ہو۔ جس میں نادر کتابیں بھری ہوں اور مجھ کو اس میں بند کر دیا جائے۔ اور لوگ مجھے بھول جائیں۔ میں اس میں سے تب نکلوں۔ جب سب کتابیں پڑھ لوں تو انسان کی پھر یہ حالت ہوتی ہے۔ مگر یہ پہلے دن نہیں ہوتی ہاں آہستہ آہستہ ہوتی ہے۔ نفس کی اصلاح کا بھی یہی طریق ہے۔ کہ آہستہ آہستہ اسکو عادی بنایا جائے۔ ایک ہی دفعہ نفس نہیں مرتا۔ بلکہ آہستہ آہستہ مرتا ہے۔ پہلے کسی خاص بات کے لئے پھر زیادہ کے لئے۔ پھر کسی قدر وقت کے لئے۔ پھر زیادہ کیلئے مطیع کرو حتیٰ کہ وہ وقت آ جائے کہ ہمیشہ کیلئے مطیع ہو جائے۔ جس طرح طالب علم کیلئے پہلے حروف ہوتے ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ علوم۔ اسی طرح اصلاح نفس کیلئے بھی سبق ہیں۔ جو بتدریج وہ پڑھتا ہے۔

پس اپنے مہمانوں کو آرام پہنچاؤ۔ جہاں تک پہنچا سکو۔ اور اسلئے خدمت مہمان کرو۔ کہ خدا کا حکم ہے اس سے ثواب ہوگا۔ نیز اسلئے بھی کہ اس سے اپنے نفس کی تربیت ہوتی ہے۔

یاد رکھو ہر ایک میزبان اپنے مہمان کے لئے نمونہ نہیں ہوتا۔ مگر تم ان کے لئے نمونہ ہو۔ کیونکہ تم اس بستی میں رہتے ہو۔ جو ام القریٰ ہے۔ اگر اس میں رہنے والے تم لوگ دوسروں سے ماں باپ جیسی شفقت نہ کر سکو۔ تو کم از کم بڑے بھائی جتنی تو شفقت ضرور کرنی چاہیئے۔ جو لوگ یہاں آتے ہیں۔ وہ تمہیں دیکھتے ہیں۔ اور تمہارا نمونہ پکڑتے ہیں۔ پس تم اخلاق دکھاؤ۔ تاکہ ایسا نہ ہو۔ کہ لوگ کہیں کہ اسلام کا اخلاق سے تعلق ہی نہیں۔ یاد رکھو۔ کبھی کوئی مصلح درندہ اور وحشی نہیں ہوتا۔ اگر تم نمونہ عمدہ نہ دکھاؤ گے۔ تو لوگوں پر برا اثر پڑیگا تمہارا ایسا نمونہ ہونا چاہیئے۔ کہ وہ آئیں اور تمہاری حالت سے سبق سیکھیں۔ ایک دوست نے قادیان کو شفاخانہ کہا ہے۔ لیکن اگر یہاں مریض آئیں۔ اور مریض ہی رہیں حتیٰ کہ مر جائیں۔ تو یہ شفاخانہ نہیں موت خانہ ہوگا شفاخانہ وہ ہوتا ہے۔ جس میں نئے مریض آئیں۔ اور پہلے شفا پا کر نکل جائیں۔ تم یہاں چند دن کے لئے نہیں آئے۔ اسلئے تم اپنے کو تندرست ثابت کرو۔ پس قادیان کی مثال شفاخانہ کی نہیں۔ بلکہ مدرسہ کی ہے۔ یہاں لوگ علوم و معارف اور اخلاق سیکھتے ہیں۔ اگر باہر والے تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ تو تم نے کچھ نہ سیکھا۔ پس اپنے کو زیادہ قابل زیادہ مہذب با اخلاق ہمدرد ثابت کرو۔ کیونکہ اگر یہ نہیں تو خدا پرستی تو الگ رہی۔ ابھی تم نے انسانیت کو بھی حاصل نہیں کیا۔ تم وہ چیزیں حاصل کرو۔ اور ثبوت دو۔ کہ تم نے وہ چیزیں حاصل کی ہوئی ہیں۔ تاکہ لوگ دیکھیں۔ کہ تم نے بے فائدہ اپنے گھروں کو نہیں چھوڑا۔ اور تمہاری تبدیلی دوسروں پر اثر ڈالے۔

یہ میری مختصر نصیحت ہے۔ اس کو قبول کرو۔ اللہ تعالےٰ تمہارے ساتھ ہو۔

اسلام پر ایک آریہ پروفیسر کے حملہ کا جواب

حضرت اقدس کا یہ مضمون الگ بھی چھپوایا گیا ہے اور دفتر تالیف و اشاعت سے منگوایا جاسکتا ہے قیمت دو پیسے فی کاپی۔ محصولڈاک علاوہ۔ ہر پانچ کاپی کیلئے دو پیسے احباب ٹکٹ بھیج کر منگوالیں۔ اور آریہ صاحبان میں تقسیم کریں۔

مکتوبات امام

(مرسلہ جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل افسر ڈاک حضرت خلیفۃ المسیح)

جلیانوالہ واقعہ اور کونسل کی ممبری کے متعلق سوال

۱۱۔ نومبر کے الفضل میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی طرف سے سوالات کے جو جواب شایع ہو چکے ہیں۔ ان میں سے جواب نمبر ۱۵۔۱۸ کے متعلق ایک صاحب نے لکھا۔ کہ:۔

کٹار پور و بہار کے ظالموں نے معافی طلب کی اور مظلوموں نے معافی دیدی۔ مگر جلیانوالہ کے متعلق کسی نے معافی طلب نہیں کی۔ بلکہ ظلم تسلیم بھی نہیں کیا۔

دوئم۔ سائل کونسلوں کی ممبری جماعت کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اور ہماری جماعت کے بعض ممبروں نے کونسل کی ممبری کے لئے ضرور کوشش کی ہے۔ مگر حضور اپنے متعلق جواب دیتے ہیں۔

اس کے جواب میں حضور نے لکھایا:۔

۱۔ یہ غلط ہے۔ کہ واقعہ کٹار پور کے مجرموں نے اپنے ظلم کا اقرار کیا۔ عدالتوں میں انکے بیانات موجود ہیں۔ انمیں سے کسی ایک نے بھی اپنے جرم کا اقرار نہیں کیا۔ اور نہ باقی ہندوؤں نے اسکے متعلق اقرار کیا۔ بلکہ سب ان کے ظلم پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے رہے۔ اور اگر کسی نے مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا بھی۔ تو نہایت سرسری الفاظ میں۔ پھر اگر اسی قسم کے اقرار پر انہیں معاف کیا جاسکتا تھا۔ تو جنرل ڈائر کی غلطی پر تو گورنمنٹ نے بھی اظہار افسوس کر دیا ہوا ہے۔ بلکہ گورنمنٹ نے جس حد تک اس کی غلطی کا اقرار کیا ہے۔ اس حد تک ہندوؤں نے کٹار پور کے مجرموں کی غلطی کا اقرار نہیں کیا۔

۲ میرے نزدیک تو سایل کا یہی منشاء تھا۔ کہ میری طرف سے ایسی کوشش ہوئی ہے۔ کیونکہ کچھ عرصہ ہوا۔ غیر احمدی اخبارات میں یہ خبر شائع کی گئی تھی۔ کہ میں اپنے لئے ممبری کی کوشش کر رہا ہوں۔ لیکن اگر اس کا یہ منشاء تھا۔ کہ ہماری جماعت کا کوئی شخص کونسل کی ممبری کے لئے کوشش کر رہا ہی

تو یہ کوئی بری بات نہیں۔ ہم تو ترک موالات کے قابل نہیں کہ گورنمنٹ کی کونسلوں کا بائیکاٹ کریں۔ ہماری جماعت کے تو کئی آدمی اسوقت مقابلہ کے لئے کھڑے ہیں لیکن اگر کونسل میری طرف منسوب کیجاوے۔ تو بے شک اس صورت میں یہ اعتراض آتا ہے۔ کہ گویا میں اپنی جماعت کو گورنمنٹ کی وفاداری کی تعلیم اس لئے دیتا ہوں۔ کہ تا اس سے کسی قسم کا فائدہ اٹھاؤں۔ اور اسی بات کو مدنظر رکھکر میں نے سائل کے سوال کا جواب دیا تھا۔ ورنہ جماعت کے کسی آدمی کا ممبری کے لئے کوشش کرنا یا جماعت کا دعوٰی کہ ہمارا بھی کوئی قائم مقام ہونا چاہیئے۔ یہ قطعاً کوئی بری بات نہیں۔

" والسلام "

حصول اولاد کا روحانی طریق

ایک دوست نے حضور کی خدمت میں یہ استفسار پیش کیا۔ کہ حصول اولاد کا روحانی طریق کیا ہے۔ اس کے جواب میں حضور نے لکھوایا۔ کہ

" روحانی طریقہ تو وہی ہے۔ جو حضرت زکریا نے استعمال کیا تھا (سورہ مریم رکوع اول) اپ ایک بچہ پالیں۔ اس کو دین کی تعلیم دیں۔ خدا کی محبت اسکے دل میں پیدا کریں۔ خدا کا ذکر اس کی زبان پر زیادہ جاری رہے۔ والسلام

نماز میں تسلی کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟

ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں سوال کیا کہ نماز پڑھتا ہوں۔ مگر تسلی نہیں ہوتی۔ حضور نے اس کا یہ جواب دیا ہے " تسلی کا یہ ذریعہ ہے۔ کہ وضو اچھی طرح سے کرے۔ پھر نماز کے بعد کچھ دیر استغفار پڑھے۔ سنتیں پہلی اور پچھلی اچھی طرح توجہ اور سنوار کر پڑھے۔ نماز اچھی طرح ٹھہر ٹھہر کر اور معنے سمجھ کر پڑھے۔ پھر بھی اگر اپنے دل میں سکون اور اطمینان نہ پائے تو گھبرائے نہیں۔ بلکہ بار بار ایسا ہی کرے کیونکہ یہ ایک دو دن کا کام نہیں۔ بلکہ تمام عمر کرنے کا کام ہے "

رسول کریمؐ اور مسیح موعودؑ کی رویت حاصل ہونا

ایک شخص نے حضرت صاحب کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا۔ کہ کوئی طریقہ ایسا ہو۔ کہ بندہ اس کو ہمیشہ کرتا رہے اور ہمیشہ ہی رسول کریم اور حضرت مسیح موعودؑ کے دیدار سے مشرف ہوتا رہے۔ اس کے جواب میں حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا۔ کہ:۔

" دیدار حقیقی کے تو یہ معنی ہیں۔ کہ ان کی روح سے ملاقات ہو۔ یہ خیال کرنا۔ کہ نبی روزانہ لوگوں سے ملنے آجایا کریں یا انکو انکے پاس پہونچا یا جایا کرے۔ یہ خیال عقل و دانش سے بعید ہے۔ یہ تو اللہ تعالےٰ کا ایک فعل ہوتا ہے۔ اس کے ماتحت وہ کبھی اپنے بندوں کو زیارت کرا دیتا ہے۔ یہ اصل رویت ہے۔ جسے یہ رویت نصیب ہو جائے صوفیاء کے نزدیک وہ صحابہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ اور ایک رویت ایسی ہوتی ہے۔ کہ جس بات کا انسان خیال کرتا ہے۔ اس کا ایک واہمہ سامنے آجاتا ہے۔ ایسی رویت تو بعض کو روزانہ بھی ہوتی رہتی ہے۔ مگر اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ انسان کو چاہیئے۔ کہ بجائے اس رویت کے روحانی رویت کا طالب ہو۔ ان کے اسوہ حسنہ کی اتباع کرے۔ تا کہ فائدہ بھی حاصل ہو

زمینداری پیشہ کیسا ہے؟

ایک دوست نے حضور کی خدمت میں لکھا۔ کہ قبلہ نور الدین ؓ ایک حدیث بیان فرمایا کرتے تھے۔ کہ نبی کریم نے کسی شخص کے گھر میں آلات کشاورزی رکھے دیکھے تو فرمایا۔ کہ اس گھر سے دین اور برکت اٹھ جائیگی احیاء العلوم میں ایک حدیث مذکور ہے۔ کہ اہل الکور اہل القبور یعنی دیہات والے قیدیوں کی مانند ہیں۔ دنیا میں بھی زراعت پیشہ لوگوں کی حالت سے ایسی احادیث کا عملی ثبوت بخوبی ہویدا ہے۔ مذکور بالا احادیث اور دنیا کے عملی تجربہ کو دیکھ کر زمینداری سے طبیعت سخت متنفر ہے۔ اور خواہش کرتا ہوں۔ کہ زمینداری کو چھوڑ کر شہر کے قریب یا شہر کے اندر کوئی اور جائداد پیدا کیجاوے۔ یا کسی اور کاروبار پر لگائی جاوے۔ اس کے متعلق حضور کا کیا ارشاد ہے

اس کے جواب میں حضور نے ارشاد فرمایا:۔ کہ

ہمیں تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ قریباً تمام صحابہ زمیندار تھے۔ مہدی کے متعلق حدیثوں میں ہے۔ کہ حارث حراث ہوگا وہ حدیث جسکی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے۔ اس سے یہی مراد ہے۔ کہ جو شخص اپنے آپ کو زراعت کے کام میں مشغول کر دیتا ہے۔ اور دین کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ وہ ذلیل ہو جاتا ہے۔ زمینداروں میں یہ نقص عام پایا جاتا ہے۔ کہ وہ دوسرے کاموں کی طرف توجہ بالکل نہیں کرتے۔ ہمیشہ ان کی یہ شکایت رہتی ہے۔ کہ اس وقت فلاں فصل کے کاٹنے کا وقت ہے اور اب فلاں فصل کے بونے کا وقت ہے۔ اور اسوقت پانی دینے کا وقت ہے۔ اس نقص سے اگر انسان بچا رہے تو پیشہ ایک بہترین پیشہ ہے۔ اور اب تو اس پیشہ کی بہانتک ترقی ہو گئی ہے۔ کہ بالکل تجارت کے ہی رنگ میں اس کو کیا جا سکتا ہے۔ یعنی کواپریٹو سوسائیٹوں کے ذریعہ سے اصل بات یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ فتوحات کا زمانہ تھا۔ اسوقت میں زمینداری کے فوائد کو عام اجماعی فوائد پر ترجیح دینا موجب ذلت اور رسوائی تھا۔ پس ایسے لوگوں کے حق میں جو کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اپنے رنگ میں بجا تھا۔ اور یہ بات اپنے رنگ میں درست ہے۔ کہ زراعت ایک معزز پیشہ ہے "

دنیوی تفکرات کسطرح کم ہو سکتے ہیں

ایک صاحب نے عرض کیا۔ کہ خادم بوجہ دنیوی تفکرات کے دینی فرائض کے ادا کرنے میں سست ہو گیا ہے۔ برائے خدا دنیوی تفکرات کے دور کرنے کی کوئی تجویز فرمادیں حضور نے لکھایا:۔

" دنیوی تفکرات تو اسی صورت میں کم ہو سکتے ہیں۔ کہ دنیا کی محبت کم ہو۔ کوئی شخص ایسا نہیں ملتا۔ جو دنیا کمانے کی فکر میں پڑا ہو۔ اور پھر اس نے کہا ہو۔ کہ مجھے دنیا کافی مل گئی ہے لیکن ان میں جو لوگ خدا کی محبت کے پیچھے پڑے ہوں ایسے آدمی نظر آتے ہیں۔ جو اپنے دنیوی حصہ پر شاکر ہیں اور اسپر خوش ہیں۔ دنیاوی فکروں سے بچنے کی ایک ہی راہ ہے کہ انسان دنیا کو اتنی ہی عظمت دے۔ جس عظمت کی وہ مستحق ہے "

اہلحدیث کی ایک مفتریانہ تحریر کا جواب

ہمارے ان معاندین کے میدان دلائل اور براہین میں ناکام و نامراد ہونے کا جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ وہ اب اختلافی مسائل کو چھوڑ کر محض افترا اور بہتان باندھنے پر اتر آئے ہیں۔ اور جھوٹے الزام لگانا اپنا فرض سمجھ بیٹھے ہیں۔

ابھی کوئی زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ کہ لاہور کے روزانہ اخبار آفتاب" میں "مستری عمر بخش انجن ڈرائیور کوہاٹ" کے نام سے ایک مضمون شایع ہوا تھا۔ جسمیں یہ بتایا گیا تھا کہ راقم مضمون امام جماعت احمدیہ سے اسلئے قطع تعلق کرنے کا اعلان کرتا ہے۔ کہ اسے مسئلہ خلافت ٹرکی سے اپنی بے تعلقی کا اظہار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

اس اعلان کو قابل اعتبار بنانے کے لئے یہاں تک چالاکی کی گئی۔ کہ اس میں لکھا گیا۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء میں ایک سو پچاسی روپے سات آنے کی جو رقم بھیجی گئی ہے۔ وہ خلافت کمیٹی بمبئی کو ادا کر دی جائے۔ لیکن جب تحقیقات کی گئی۔ تو نہ تو کوہاٹ میں اس نام کا کوئی انجن ڈرائیور ملا۔ اور نہ اکتوبر ۱۹۱۹ء میں ایک سو پچاسی روپیہ سات آنے کی کسی رقم کے وصول ہونے کا پتہ مل سکا۔ اور اس طرح یہ اعلان محض بناوٹی اور جعلی ثابت ہوا۔ جو عوام کو دہوکہ دینے کے لئے کیا گیا تھا۔

اسکے بعد ۲۰ نومبر ۱۹۲۰ء کے اخبار "زمیندار" میں "محمد عبدالکریم ڈرائنگ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول ملتان" کی طرف سے ایک اعلان شایع کیا گیا۔ جس میں فسخ بیعت کے ساتھ ہی مبلغ پینتالیس روپے آٹھ آنہ کی رقم کا بھی مطالبہ کیا گیا۔ جس کے بھیجنے کی تاریخ ۲۵ اکتوبر بتائی گئی تھی۔

لیکن جہاں پہلا اعلان کرنیوالے کا کہیں نام و نشان ہی نہ تھا۔ وہاں جس نام سے یہ اعلان کیا گیا وہ شخص تو موجود تھا۔ مگر اس نے بڑے زور کے ساتھ اس کی تردید کی اور لکھا کہ :۔

"بندہ کی نسبت اخبار زمیندار جلد ۷ نمبر ۶۹ مورخہ ۲۰ نومبر کالم اول صفحہ ۵ میں مرزائیت سے توبہ کے عنوان سے جو کچھ لکھا گیا ہے وہ محض کسی کی بے ایمانی ہے۔ اور صاف جھوٹ ہے۔ بندہ نے کوئی کسی قسم کا مضمون اخبار زمیندار میں نہیں دیا اگر دیا ہے تو وہ میرا مضمون ثابت کریں اور دکھاویں بندہ خدائے واحد کی قسم کھا کر یہ تحریر لکھتا ہے کہ بندہ نے بالکل زمیندار کو نہیں لکھا اور نہ کسی کو۔ یہ لوگوں کو بہکانے کے لئے شرارت کرتے ہیں"

ان فرضی اور جعلی اعلانات پر ہمارے مخالفین کو جس قدر ذلت اور رسوائی کا سامنا ہوا۔ وہ اسبات کے لئے کافی تہا۔ کہ اگر ان میں ذرا بھی شرم و حیا کا مادہ ہوتا۔ تو آیندہ اس قسم کی مفتریانہ کارروائی کرنے سے باز رہتے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ ہماری عداوت میں وہ اسقدر اندہے ہو گئے ہیں۔ کہ شرم و حیا کو بالکل جواب دے چکے ہیں۔ اور ہماری مخالفت میں مفتریانہ افعال کرتے ہوئے ذرا بھی نہیں شرماتے۔

حال میں اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۷ دسمبر ۱۹۲۰ء میں "مرزا محمود خلیفہ قادیان جواب دیں" کے عنوان سے ایک مضمون شایع ہوا ہے۔ جسمیں پہلی افترا پردازیوں سے بھی بہت بڑھ چڑھ کر قدم مارا گیا ہے۔ اخبار اہلحدیث الفضل کے تبادلہ میں ہمارے ہاں باقاعدہ آتا ہے لیکن یہ پرچہ ہمیں نہیں بھیجا گیا۔ اور ہمیں دوسری جگہ سے حاصل کرنا پڑا ہے٭ اس سے اگر ہم مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہلحدیث کی نیت کے متعلق اور کچھ نہ کہیں تو یہ ضرور کہہ سکتے ہیں۔ کہ انھوں نے اس خیال سے کہ ہم اس افترا پردازی کی جلدی تردید نہ کر سکیں۔ یہ پرچہ بوقت نہیں بھیجا۔

اس مضمون میں کسی "احقر العباد سید احمد قنوجی" کی طرف سے لکھا گیا ہے۔ کہ ایک شخص مرزا احمد جان صاحب کو جو کہ ریاست اندور میں مقیم ہیں اور جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرید تھے ایک دن مرزا محمود صاحب قادیانی نے فرمایا کہ مرزا احمد جان ایک کام آپ سے ضروری ہے۔ ہم ایک معجون تیار کر دیں۔ آپ اہل حدیث بنکر مولوی ثناء اللہ کو کسی حکمت سے کھلا دو۔ تاکہ ہمارا عمر بھر کا کانٹا نکل جائے۔ مرزا احمد جان نے جواب دیا کہ آپ اس آیت کا ترجمہ و تفسیر سمجھا دیں۔ ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاءہ جہنم خالدا فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ و اعد لہ عذابا عظیما۔ مرزا محمود صاحب قادیانی بہت نادم ہوئے۔ فوراً مرزا احمد جان چلے آئے۔"

یہ افترا سازی کرنیوالے نے اپنی طرف سے بڑا تیر مارا ہے اور مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس کو شایع کرنا ضروری سمجھا ہے لیکن ہر ایک وہ شخص جو تعصب سے بالکل اندھا نہ ہو گیا ہو۔ نہایت آسانی کے ساتھ اس بیہودہ سرائی کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے۔ اور فوراً معلوم کر سکتا ہے کہ عوام کو دہوکہ دینے کے لئے یہ ایک نہایت کمینہ چال چلی گئی ہے۔

ہم ایڈیٹر صاحب اہلحدیث کو چیلنج دیتے ہیں کہ جس شخص کی طرف منسوب کر کے انھوں نے یہ افترا پردازی شایع کی ہے۔ اس کے متعلق حسب ذیل امور کا ثبوت بہم پہنچائیں۔ تاکہ معلوم ہو۔ کہ جو بات اس کی نسبت شایع کی گئی ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے۔

اول۔ یہ کہ مرزا احمد جان متھراوی کب حضرت مسیح موعود کی بیعت میں داخل ہوئے تھے۔ اور انکو بیعت کی منظوری میں جو خط لکھا گیا تھا کیا وہ ان کے پاس موجود ہے۔

دوم یہ کہ ہماری جماعت میں داخل ہونے والوں کے نام حتی الوسع اخبارات سلسلہ میں شائع کئے جاتے ہیں۔ انھوں نے اگر بیعت کی تھی۔ تو ان کی بیعت کس اخبار میں شایع ہوئی ہے۔ اگر ان کو معلوم نہیں تو ان کی بیعت کا وقت بتایا جاوے تا اُن دنوں کی بیعت کرنے والوں کی فہرست سے دیکھا جاوے۔ کہ کیا واقعہ میں اس نام کا بیعت کرنیوالا آدمی کبھی بیعت میں داخل بھی ہوا ہے یا نہیں۔

سوم۔ کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ وہ سلسلہ کا کوئی اخبار خریدتے ہیں۔ اگر خریدتے ہیں تو کونسا۔

چہارم۔ احمدیہ جماعت کے افراد نے حضرت مسیح موعود نے سلسلہ کی ضروریات کے لئے چندہ دینا فرض مقرر کیا ہے۔ کیا مرزا احمد جان صاحب ایک رسید بھی چندہ کی پیش کر سکتے ہیں یا ثابت کر سکتے ہیں کہ انھوں نے کبھی قادیان چندہ بھیجا یا یہ ثابت کر سکتے ہیں۔ کہ وہ مقامی انجمنوں میں سے کس کے ممبر ہیں اور یہ کہ کبھی اس میں انھوں نے چندہ دیا ہے۔

پنجم۔ یہ کہ وہ کتنی دفعہ قادیان آئے۔ اور ان سے کب وہ بات کہی گئی تھی۔ جو "سید احمد قنوجی" نے ان کی طرف منسوب کی ہ

٭ یہ مضمون لکھے جانے کے بعد ۲۰ دسمبر کو اہل حدیث کا پرچہ پہنچا۔

قادیان میں آنیوالے مہمانوں کے نام باقاعدہ رجسٹر میں درج کئے جاتے ہیں۔ اور پولیس بھی آنے والوں کے نام لکھ کر اپنے صیغہ میں بھیجتی ہے۔ اس سے پتہ لگایا جا سکتا ہے کہ کب اور کتنی دفعہ وہ قادیان میں آئے۔

ششم یہ کہ مرزا احمد جان سنجرادی کا کون کونسے احمدیوں کے ساتھ تعارف ہے۔ ان کے نام بتائے جائیں۔ یہ تو ہو نہیں سکتا۔ کہ ایک ایسا شخص جو سلسلہ احمدیہ میں بالکل انجان ہو۔ کسی سے واقفیت نہ رکھتا ہو۔ کوئی اسکو جانتا نہ ہو۔ کسی سے اس کی شناسائی نہ ہو۔ وہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خفیہ ہی خفیہ اسقدر واقفیت پیدا کرلے۔ اور اپنا اتنا اعتبار جمالے کہ اسی کو وہ "ضروری کام" بتایا جائے۔ جو اس کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

یہ ایسے اہم اور ضروری سوال ہیں کہ جب تک ایڈیٹر صاحب اہلحدیث ان کا جواب نہ دیں۔ اور انہیں پایۂ ثبوت تک نہ پہنچائیں۔ اسوقت تک کوئی شخص بھی ان کے شایع کردہ خرافات پر توجہ نہیں کر سکتا۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس افترا پردازی کرنیوالے بد قماش کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور ان کے مرید اُن لوگوں کو جو حضرت مسیح موعود کے منکر ہیں۔ کیا سمجھتے ہیں۔ لکھا گیا ہے۔ کہ جب مرزا احمد جان سے مولوی ثناء اللہ کو کسی حکمت سے معجون کھلا کر خس کم جہاں پاک کرنے کے لئے کہا گیا۔ تو اس نے آگے سے جواب دیا کہ آپ ومن یقتل مومناً متعمداً فجزاءه جھنم خالداً فیھا کا ترجمہ اور تفسیر سمجھا دیں۔ "یہ سنکر مرزا محمود صاحب قادیانی بہت نادم ہوئے"۔ لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے۔ اور مولوی ثناء اللہ اس سے بخوبی آگاہ نہیں ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ منکرین مسیح موعود کو پکے کافر سمجھتے ہیں۔ اور مولوی ثناء اللہ کو رؤسا کفار میں سے ایک۔ اور آپ کے دامن سے وابستہ ہونیوالوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اس صورت میں اگر مرزا احمد جان حضرت خلیفۃ المسیح ثانی سے اسقدر تعلق رکھتا تھا کہ اسی کو اس ضروری کام کے لئے منتخب کیا گیا تو اس کی طرف سے اس آیت کے پیش کرنیکے کیا معنی۔ اور پھر اس پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے نادم ہونے کی کیا وجہ۔ کیا بڑی آسانی کے ساتھ وہ یہ نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اور اسے یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اس آیت میں تو مومن کو قتل کرنیوالے کا ذکر ہے نہ کہ کافر کو قتل کرنیوالے کا۔ اگر یہ بات کسی ایسے شخص کی طرف منسوب کیجاتی۔ جو حضرت مسیح موعود کے منکروں کو کافر نہیں سمجھتا۔ تو اور بات تھی۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کا منسوب کرنا جو منکرین مسیح موعود کو پکے کافر سمجھتے ہیں۔ صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ افترا گھڑنیوالا جماعت احمدیہ کے امام کے ایک بہت بڑے عقیدہ سے بھی واقف نہیں ہے۔ اور نہ وہ شخص اس عقیدہ سے واقف ہو۔ جسے اس قدر قابل وثوق اور لائق اعتبار بتایا گیا ہے۔

لیکن مولوی ثناء اللہ کو کیا ہو گیا تھا کہ انہوں نے اس مضمون کو صحیح سمجھ کر شائع کر دیا۔ وہ تو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے اس عقیدہ سے خوب اچھی طرح آگاہ ہیں۔ اور اسے حضرت مسیح موعود کی تعلیم کے عین مطابق سمجھتے ہیں۔

بات دراصل یہ ہے کہ ان لوگوں کی عقلیں حق کی مخالفت کی وجہ سے بالکل ماری گئی ہیں۔ اور یہ ہر ایک مفتریانہ بات کو جو ہمارے خلاف کہی جائے۔ بغیر ذرہ بھر بھی غور و فکر کئے دُرست قرار دے لیتے ہیں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کو ہمارے سلسلہ کے لٹریچر سے خوب واقف ہونے کا بہت بڑا دعویٰ ہے۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں۔ یہ ان کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اصل میں اسکی کچھ بھی حقیقت نہیں ہے۔ ورنہ اگر انہیں کچھ بھی آگاہی ہوتی تو کبھی ایسی لغو اور بیہودہ تحریر کو درست سمجھ کر شائع نہ کرتے۔ وہ ذرا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی اس تقریر کو پڑھیں۔ جو ۱۹۱۹ء کے جلسہ کی دوسری تقریر کے ساتھ "عرفان الٰہی" کے نام سے شایع ہو چکی ہے۔ اور جس میں ان کا ذکر حسب ذیل الفاظ میں موجود ہے کہ:۔

"مولوی ثناء اللہ اپنے گھر بیٹھے ہوئے کہدیں۔ کہ جنگ کے متعلق مرزا صاحب کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی تو کہدیں۔ لیکن فرانس کی جنگ سے واپس آیا ہوا ایسا نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ وہ سب نظارہ اپنی آنکھوں دیکھ آیا ہے۔ چنانچہ کئی شخص جو جنگ سے واپس آئے انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم جنگ میں ہم نے وہی نقشہ دیکھا جو حضرت مرزا صاحب نے الفاظ میں کھینچا ہے۔ جنگ کے ایام میں فرانس سے ایک دوست نے لکھا تھا کہ اسوقت ہم جس مقام پر ہیں۔ اس کی ایک طرف تو خون کی ندیاں بہ رہی ہیں اور دوسری طرف چنار کے درخت ہیں۔ جن کا رنگ بھی خون کی طرح ہی ہے۔ اسی خط کے ساتھ انہوں نے چنار کا ایک پتا بھی بھیجا تھا جس کا رنگ نہایت گہرا سُرخ تھا اور جمے ہوئے خون کی طرح معلوم ہوتا تھا۔ تو مولوی ثناء اللہ اگر امرتسر میں بیٹھے ہوئے کہتے ہیں کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی تو کہتے رہیں۔ ہمارا کام ان کو منوانا اور ہدایت دینا نہیں۔ وہ تو کھڑے ہی اس غرض کے لئے کئے گئے ہیں کہ احمدی جماعت کو بیدار کریں۔ لوگ کہتے ہیں یہ شوخی میں بہت بڑھ گئے ہیں۔ انکو عذاب کیوں نہیں آتا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر انکو عذاب آجائے تو کئی لوگ آرام کی نیند سو کر اپنے کام سے غافل ہو جائیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ تم پر غفلت طاری ہو۔ اسلئے ہوشیار کرنیکے لئے ان کو کھڑا کیا ہوا ہے۔ اور اگر وہ اور ان کے ساتھی بیٹھ گئے تو پھر ان کی جگہ اور لوگ کھڑے کر دئے جائینگے۔ میرے خیال میں اگر ہمارے مخالفین میں اس قسم کے لوگ نہ ہوتے تو گذشتہ چھ سال میں کئی ایک لوگ ان کے ساتھ مل جاتے۔ کیونکہ وہ لوگ جو اب ہم سے بالکل الگ ہو گئے ہیں وہ ہر وقت اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ غیر احمدیوں کی اپنی اچھی تصویریں بنا کر جماعت کے لوگوں کو ان کی طرف کھینچ کر لے جائیں۔ لیکن جب وہ مولوی ثناء اللہ ایسے لوگوں کو دیکھتے تو ان کی طرف منہ کرنا بھی پسند نہ کرتے۔ پس کسی کے دل میں یہ خیال کیوں آتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ مرے نہیں۔ خدا تعالیٰ اسوقت تک ان کو مہلت دیگا۔ جب تک ان کا کوئی اور قائم مقام کھڑا نہ ہو جائے۔ اور جب تک ان کے ساتھ والوں کے دلوں پر انہیں کے ادعاء کے مطابق لمبی عمر پانے کا مفہوم خوب اچھی طرح نقش نہ ہو جائے اگر کوئی چاہے کہ مولوی ثناء اللہ ہلاک ہو جاویں تاکہ آرام مل جائے تو یہ دُرست نہیں۔ اگر خدا تعالیٰ ان کو ہلاک کرنا چاہتا تو ان کے ہاتھوں سے وہ تحریر نہ لکھواتا جو ۱۹۰۷ء کے اہلحدیث میں وہ لکھ چکے ہیں۔ خدا ہمیں سستی میں بیٹھنے نہیں دینا چاہتا۔ کیونکہ اسوقت ہمارا آرام کرنا ہمارے لئے ایسا ہی نقصان دہ ہے۔ جیسا کہ ایک خطرناک جنگل میں

کسی کا آرام حاصل کرنیکے لئے سو رہنا "

(صفحہ ۹۸-۹۹-۱۰۰)

مولوی ثناء اللہ ان الفاظ کو بغور پڑھیں اور بتائیں کہ کیا وہ انسان کسی مجہول الحال شخص کو کہہ سکتا ہے کہ وہ انہیں "ایک معجون کھلا دے۔ جو علی الاعلان کئی ہزار کے مجمع میں کہتا ہے اور پھر چھپوا کر شائع کرتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ اس غرض کے لئے ہمارے مقابلہ میں کھڑے کئے گئے ہیں کہ احمدی جماعت کو بیدار کریں جو فرماتا ہے کہ ان پر عذاب اس لئے نہیں آتا کہ اگر آ جائے تو کہیں لوگ آرام کی نیند سو کر اپنے کام سے غافل ہو جائیں۔ جس کا خیال ہے کہ اگر وہ بیٹھ گئے تو ان کی جگہ اور لوگ کھڑے کر دئے جائینگے اور جو اپنی جماعت کے لوگوں کو متنبہ کرتا ہے کہ کسی کے دل میں یہ خیال کیوں آتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ مرتے نہیں خدا تعالیٰ اسوقت تک ان کو مہلت دیگا جب تک ان کا کوئی اور قائم مقام کھڑا نہ ہو جائے اور جو ایسیات کو نادرست قرار دیتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ ہلاک ہو جائیں تاکہ آرام مل جائے۔

کوئی شخص ایک لمحہ کیلئے بھی خیال نہیں کر سکتا کہ جس انسان کے مولوی ثناء اللہ کے متعلق یہ خیالات ہیں وہ انہیں کانٹا سمجھ کر کسی معجون کے ذریعہ اپنے آگے سے ہٹانا چاہتا ہے۔

پس مولوی ثناء اللہ خوب یاد رکھیں۔ اور اچھی طرح سن لیں کہ ہمیں انکو مرنے کی کوئی خوشی نہیں۔ بلکہ جس قدر لمبی عمر انہیں ملے اسی قدر ہم خوش ہیں۔ کیونکہ اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا وہ نشان پورا ہو رہا ہے جسے وہ خود تسلیم کر چکے ہیں جو انکے اخبار میں بالفاظ ذیل شائع ہو چکا ہے کہ:-

"بل متعنا ھؤلاء وآباءھم حتی طال علیھم العمر جس کے صاف معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ جھوٹے۔ دغاباز۔ مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی بُرے کام کر لیں"۔ (اہلحدیث ۲۶- اپریل ۱۹۰۷ء)

جس شخص نے حضرت مسیح موعود کے مقابلہ میں یہ الفاظ تسلیم کئے ہوں اسکی زندگی بہ نسبت اسکی موت کے ہمارے لئے خاص خوشی کا موجب ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ اُسے کافی مہلت ملے تاکہ وہ اسمیں اور بھی بُرے کام کرے۔

پس اس بیہودہ اور لغو بناوٹی تحریر کو شائع کرنا مولوی ثناء اللہ کی حد درجہ کی نادانی اور جہالت کے علاوہ بہت بڑی شرارت بھی ہے۔

یہاں ہم یہ کہدینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ کیا ہمارے نادان مخالفین سمجھتے ہیں کہ دلائل اور براہین کے مقابلہ میں ناکام ہو کر اب وہ مفتریانہ چالوں سے ہم پر غلبہ پا سکتے ہیں اور وہ حق جسے ہم خدا تعالیٰ کی طرف سے قائم کئے گئے ہیں اس قسم کی کمینہ حرکتوں سے مٹا سکتے ہیں اگر ان کا یہ خیال ہے اور اسی لئے آئے دن وہ ہمارے خلاف افترا پردازیاں کرتے رہتے ہیں تو انہیں آگاہ ہو جانا چاہیئے کہ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔ باطل حق کے مقابلہ میں کبھی ٹھہر نہیں سکتا۔ اس قسم کی باطلانہ کوششوں کا انجام بھی انپر بہت جلدی ظاہر ہو جائیگا اور وہ پہلے سے بھی زیادہ خائب و خاسر اور ناکام و نامراد ہونگے۔ کیونکہ حق پسند اور سمجھدار اصحاب پر ان کے اس طرز عمل کی بطالت جلدی واضح ہو جائیگی اور ان کے لئے سچ اور جھوٹ میں امتیاز کرنے کا بہت اچھا موقع بہم پہنچ جائیگا۔

ہم آخر میں یہ بھی کہہ دینا چاہتے ہیں کہ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب میں حیا و شرم کا ایک ذرہ بھی موجود ہے۔ اگر وہ فی الواقعہ انسانیت کے دائرہ سے نکلکر حیوانوں بلکہ بیحیا حیوانوں میں شامل نہیں ہو گئے۔ اگر ان کو خیال ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کے ماتحت کہ آخری زمانہ میں مسلمانوں کے علماء طبقہ زمین پر اشر الناس ہونگے۔ وہ اس طبقہ میں سب سے بدتر نہیں ہیں تو اس تحریر کو جو انہوں نے شائع کی ہے سچا ثابت کر کے دکھا دیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ چونکہ ایسے معاملات مخفی ہوتے ہیں۔ اسلئے ہمارے امام خود اس کا جواب دیں تو وہ جواب سمجھیں گے ورنہ نہیں۔ لیکن یہ ایک لغو اور بیہودہ بات ہے۔ اگر کوئی شخص اس نام کا اور اس مقام کا کبھی احمدی ہوا ہو۔ قادیان آیا ہو۔ اس کا حضرت مسیح موعود یا آپکے خلفاء سے بھی تعلق ہوا ہو تب تو یہ پوچھا بھی جا سکتا ہے کہ آیا یہ بات ہوئی ہے یا نہیں لیکن کیا ہم لوگ جو قادیان میں رہتے ہیں اور جن کے پاس مبایعین کی فہرستیں رہتی ہیں۔ جن کا قادیان میں آنیوالوں سے اکثر تعلق اور میل ملاپ رہتا ہے اسقدر بھی نہیں جان سکتے۔ کہ اس نام اور اس علاقہ کا کوئی احمدی ہے بھی نہیں اور نہ وہ قادیان آکر رہا نہ ہمارے امام سے اس کا کوئی تعلق ہوا اور نہ وہ ان سے ملا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب پہلے اس شخص کے احمدی ہونے اور قادیان آکر رہنے کو ثابت کریں پھر ہمارے امام کو مخاطب کریں لیکن چونکہ یہ سب بات سراسر جھوٹ ہے اور ہم خوبی سے کہتے ہیں کہ وہ اپنے سارے ہم مشربوں کے ساتھ ملکر بھی اس کی صداقت کو ثابت نہیں کر سکتے۔ اسلئے ہم ان کے جواب میں یہی کہتے ہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین

حضرت مسیح موعود کے ایک عظیم الشان نشان کے متعلق مولوی ثناء اللہ صاحب کی خدمت میں ضروری گذارش

السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین

مکرم مولوی عبد اللہ صاحب سنوری نے حسب ذیل مضمون ۱۰ و ۱۱ دسمبر کی درمیانی رات کو دس بجے کے قریب اس حالت میں لکھوا کر ارسال فرمایا ہے۔ جبکہ وہ بعارضہ بخار و اسہال آٹھ یوم سے بیمار تھے۔ اور ضعف و نقاہت کی وجہ سے یہ حالت تھی۔ کہ ان کی آواز بالکل قریب ہونے کے بھی کم سمجھ میں آ سکتی تھی۔ ایسی حالت میں انہوں نے فرمایا کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ اسلئے میں چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ عظیم الشان نشان جس سے مجھے خاص تعلق ہے۔ اتمام حجت کے طور پر ایک بار پھر پیش کروں۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ مجھے متواتر تین دن سے اسکے لئے تحریک ہو رہی ہے۔ پہلے دن تھوڑی۔ دوسرے دن اس سے زیادہ۔ تیسرے دن بہت ہی زیادہ ہونے پر مضمون لکھوایا گیا۔ یہ مضمون بوجہ ضعف کے قریباً اڑھائی گھنٹہ میں لکھوایا۔ اور لکھوانے کے بعد حرف حرف پڑھا کر سنا۔ سنتے وقت اسقدر جوش ان کی طبیعت میں آیا کہ آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگ گئے۔ پھر علی الصبح دوبارہ سنا۔ اور زار زار رو پڑے۔ پھر دس بجے دن کے سنا۔ اور پہلے کی طرح زار زار آنسو ٹپکنے شروع ہو گئے۔

یہ شہادت جس حالت میں اور جس طریق سے ادا کی گئی ہے۔ امید ہے۔ سعید الفطرت لوگوں کے قلوب پر اثر کئے بغیر نہ رہیگی۔ (ایڈیٹر)

شہادت حسب ذیل ہے:-

مولویصاحب! آپکے مطالبہ کے موافق آپکے گھر کے پاس آپ کی مسجد میں آپ کے مجمع میں بعد از نماز صبح بتاریخ ۲۷ر نومبر ۱۹۲۱ء مسجد کی درمیانی محراب میں کھڑے ہو کر

خداداد جوش کے ساتھ جو حق کے ساتھ ہمیشہ ہوتا ہے حضرت اقدس مسیح موعود نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عظیم الشان نشان کے متعلق جو میری آنکھوں کے سامنے واقع ہوا تھا قسمیہ شہادت ادا کی تھی۔ اسوقت ایسا عالم حیرت آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر خدائی رعب کے ساتھ طاری تھا۔ کہ آپ مع ساتھیوں کے دم بخود تھے۔ اور یہ شہادت اس قدر بلند آواز سے ادا کی گئی تھی۔ کہ آپ کی مسجد گونج اٹھی۔ مگر افسوس کہ آپ کو یہ آواز سنائی نہ دی۔ مجھ کو اس بحث سے اسوقت سروکار نہیں۔ مولوی صاحب! میں نے آپ کے مطالبہ کے موافق آپ کی مسجد میں پہنچ کر شہادت حقہ ادا کی۔ مگر آپ نے اس کو قبول نہ کیا۔ اب میں آپ کے ہنسی اور تمسخر سے جو اس عظیم الشان نشان کے متعلق بمقام ہوشیارپور ۲۳، ۲۷ نومبر ۱۹۱۲ء آپ نے کیا۔ تنگ آکر خداتعالیٰ کی درگاہ میں اس کے سامنے شہادت ادا کرتا ہوں۔ اور مجھے اس کے فضل پر امید ہے۔ کہ وہ ضرور میری شہادت قبول کریگا۔ گو آپ نے اسکو قبول نہیں کیا اور اس سے سعید روحیں تا قیامت فائدہ اٹھائینگی قبل اسکے کہ میں اپنے خدا کے روبرو یہ شہادت ادا کروں مناسب خیال کرتا ہوں کہ اپنی اسوقت کی حالت کا اظہار کروں تاکہ آپ کو اندازہ لگ سکے۔ کہ کیا انسان ایسی نازک حالت میں جھوٹ بول سکتا ہے۔ میری حالت یہ ہے۔ میں آٹھ دن سے بخار میں مبتلا ہوں۔ اسہال بھی ہیں۔ غذا کچھ نہیں کھاتا۔ پانی کے گھونٹ اور دوائی پر گذارہ ہے۔ ضعف اسقدر ہے کہ میں اچھی طرح بول بھی نہیں سکتا۔ گویا بستر مرگ پر پڑا ہوں۔ مگر بایں ہمہ خداتعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوں۔ دیکھنے والے میری زندگی سے مایوس ہو رہے ہیں۔ اب مولوی صاحب خدا کیواسطے اس معمہ کو حل کرو کہ ایسے نازک وقت میں انسان کس فائدہ کے لئے جھوٹ بول سکتا ہے جھوٹ صرف دنیا کے فائدہ کیلئے بولا جاتا ہے ذرا مجھے بتا تو دو۔ کہ میں ایسے نازک وقت میں بلا کسی تقاضہ کے کیوں جھوٹ بولتا ہوں۔ وہ بھی خداتعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو کر۔

شہادت اے میرے پیارے خدا میں تیرے عظیم الشان نشان کی جو تو نے اپنے مسیح موعود نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اپنی ہستی کا ثبوت دینے کے واسطے میرے روبرو ظاہر فرمایا۔ شہادت ادا کرنے کے واسطے تیرے روبرو تجھ کو حاضر ناظر سمجھ کر حاضر ہوتا ہوں ثناء اللہ نے اس شہادت کو رد کیا اور استہزا کیا۔ اور ہنسی میں اڑایا۔ تو اے میرے خدا میری اس سچی شہادت کو محض اپنے فضل اور رحم سے قبول فرما۔ اور اس کی قبولیت کو دنیا پر پھیلا۔

میرے پیارے خدا جبکہ میں تیرے پیارے کے پاس ابتدائی زمانہ میں رہا کرتا تھا۔ اور اسوقت میں چھوٹی عمر کا تھا۔ داڑھی کا آغاز تھا۔ سنہ ۱۸۸۵ء کے قریب قریب رمضان شریف کے مہینے میں ۲۷ رمضان المبارک جمعہ کے دن صبح کی نماز کے بعد جبکہ تیرا پیارا بعد از نماز صبح مسجد مبارک کے سامنے حجرہ میں جسمیں نیا بستر ہوا ہوا تھا۔ اور نہایت مصفا اور ٹھنڈا تھا۔ جاکر حسب معمول لیٹ گیا۔ میں تیرے پیارے کے پاس بیٹھ کر پاؤں دبانے لگ گیا۔ اتنے میں آفتاب روشن ہو گیا اور حجرہ کے مشرقیہ دریچے سے جو کہ بند تھا۔ حجرہ کے اندر آفتاب کی روشنی نمودار ہو گئی۔ میں اسوقت پاؤں کو ٹخنے کے پاس سے دبا رہا تھا۔ اور تیرا پیارا کروٹ کے بل لیٹا ہوا تھا۔ ایک کہنی اس کی سر کے نیچے تھی۔ اور ایک آنکھوں پر رکھی ہوئی تھی۔ میں نے دیکھا کہ تیرے پیارے کے بدن کو اسوقت ایک لرزہ سا آیا۔ اس لرزہ کے ساتھ ہی سرخی کے قطرے گرے۔ پہلا قطرہ جو میں نے تیرے پیارے کے مطہر بدن پر دیکھا۔ وہ ٹخنہ کے پاس تھا۔ جو بسبب تازہ گرنے کے بستہ تھا۔ میں نے داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت کو اس قطرے پر لگایا۔ وہ سرخی میری انگلی پر بھی لگی۔ اور اس جگہ پر بھی پھیل گئی۔ اسوقت میں نے اپنی انگلی کو سونگھا کیونکہ مجھے خیال تھا کہ شاید اس میں خوشبو ہو۔ مگر اس میں خوشبو نہ تھی۔ پھر میں دباتا دباتا پہلو پر پہنچا۔ وہاں کرتے پر ایک بڑا قطرہ تازہ بتازہ پڑا تھا۔ جو پھیلا ہوا تھا۔ میں نے اسکو ٹٹولا۔ وہ بھی گیلا تھا۔ میں حیران ہوا کہ یہ سرخی کہاں سے گری۔ میں اسی وقت کھڑا ہوا۔ حجرہ چونکہ بہت چھوٹا تھا میں نے اچھی طرح سے سرخی کو تلاش کیا۔ مگر اس کا وجود نہ پایا۔ تھک کر میں بیٹھ گیا۔ اور پھر تیرے پیارے کے پاؤں دبانے لگ گیا۔ جسوقت یہ سرخی گری تھی۔ اسوقت تیرے پیارے نے اپنی کہنی آنکھوں پر سے اٹھا کر میری طرف

کلام الامام

بقاء نسل کی نگہداشت

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کے نکاح پر ۲۰ ستمبر ۲۰ء کو بعد از نماز مغرب جو خطبہ ارشاد فرمایا۔ وہ خلاصۃً درج ذیل ہے۔ یہ خطبہ جناب سید صاحب نے ہی تیار کر کے دیا ہے۔ (ایڈیٹر)

بقاء نوع کی خواہش کائنات عالم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بقاء نوع کی خواہش ان کا فطرتی تقاضا ہے۔ ان میں سے خاص کر وہ موجودات جو معرض زوال میں ہیں۔ ان کے اندر ایسی قوتیں اور خواہشیں موجود ہیں۔ اور وہ انہیں اس جستجو میں لگائے رکھتی ہیں۔ کہ وہ ایسے ذریعہ مہیا کریں۔ جن سے انکی ذات کسی نہ کسی صورت میں قائم رہے۔ جمادات کے باریک در باریک خواص کا ابھی تک ہم نے کما حقہٗ احاطہ نہیں کیا۔ اور نہ ہمارا موجودہ علم ہمیں اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ہم ان جمادات کے اندر کسی قسم کے احساسات کے پائے جانے سے انکار کریں۔ نہ معلوم آئندہ تحقیق ان کے متعلق کیا ظاہر کریگی۔ مگر باوجود اس علمی نقص کے ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ کہ ان میں بھی بقاء نوع کا سلسلہ موجود ہے۔ اور ان میں ایسی قوتیں ہیں۔ جو ان کی نوعیت کو محفوظ رکھتی ہیں۔ کوئی قوت بھی ان کی نیست و نابود نہیں ہوتی۔ اور اگر کسی جمادی وجود سے کوئی قوت مفقود ہو جائے۔ تو وہ درحقیقت مفقود نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک دوسرے وجود میں منتقل ہو جاتی ہے۔

پھر نباتات کو لو۔ ان میں بھی ہمیں یہ نظارہ ملیگا کہ ہر ایک درخت اپنی ذات کو ایک بیج کے ذریعے اور شکل میں منتقل کر کے اسے محفوظ رکھنے کی پوشیدہ قوت رکھتا ہے۔ اور خالق قدرت نے اس بیج کو یہ [illegible]

درخت جیسی شکل وصورت میں ظاہر ہونے کے لئے قسما قسم کے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔ موجودہ علم نے نباتات کے متعلق بحث وتحقیق کرتے ہوئے آخر یہ ثابت کر دیا ہے کہ ان میں بھی حیوانات کے سے احساسات وانفعالات موجود ہیں۔ پس یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ خود درختوں کی طبیعت میں بھی یہ مخفی تقاضا پایا جاتا ہے۔ کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو باقی رکھیں۔

حیوانات میں بھی ہم یہی مشاہدہ کرتے ہیں کہ ادنیٰ سے ادنیٰ حیوان حتّٰی کہ ایک کیڑہ بھی یہ خواہش رکھتا ہے۔ کہ اس کی نوع باقی رہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کے باقی رکھنے کے لئے اسباب موجود کر دیئے ہیں۔

اس عام قانون فطرت کے ماتحت انسان میں بھی یہ خواہش مخفی ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنی ذات کو ایک دوسرے وجود میں منتقل کر کے اسے دنیا میں باقی رکھے۔ خواہ کوئی انسان اسے محسوس کرے یا نہ کرے۔ کوئی بھی ایسا فرد بشر نہیں ہے۔ جس میں بقاء نسل کی خواہش نہ ہو ضرور ہر ایک انسان چاہتا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں اپنی آنکھوں سے اپنی ذات کو کسی دوسری ہستی میں منتقل شدہ دیکھ لے۔ اور یہ خواہش اس میں ایسی قوی اور مستحکم ہے۔ کہ بعض وقت اس کے پورا کرنے کی خاطر اسے اعلیٰ کو ادنیٰ کے لئے قربان کرنا پڑتا ہے

نسل کی بقا کیلئے اپنے آپ کو جوکھوں میں ڈالنا

دیکھا گیا ہے۔ کہ جب کوئی بچہ موت کے خطرے میں آجاتا ہے۔ تو اس کے والدین اکو بچانے کے لئے اپنے آپ کو اس خطرہ میں ڈالدیتے ہیں۔ خود ہلاک ہو جائینگے۔ لیکن یہ دیکھنا کبھی گوارا نہ کرینگے۔ کہ وہ بچہ جو کل کو ان کی بقا نوع کا ذریعہ ہے موت کا شکار ہو جائے۔ بارہا واقعات سننے میں آئے ہیں کہ ماؤں نے اپنے بچوں کو بچانے کے لئے اپنے آپ کو دریا میں یا آگ میں پھینک دیا۔ اس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ یہ خواہش انسان میں کس قدر زبردست ہے۔ یہاں تک کہ اس کے پورا کرنے کے لئے اپنی ہستی بھی ہیچ ہے۔ جن بچوں کو بچانے کے لئے والدین نے اپنے آپ کو ہلاک کیا۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ بچے بچ کر زندہ بھی رہینگے یا زندہ رہ کر اپنے والدین سے اعلےٰ اور زیادہ قابل ہونگے۔ تاہم صرف ایک خیال اور اُمید کی بناء پر والدین جو کہ موجودہ حالت میں اپنی اولاد سے اعلےٰ تھے۔ قربان ہو گئے۔ یہ ہمیشہ ضروری نہیں۔ کہ ادنےٰ اعلےٰ کے لئے قربان ہوتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات اسکے برعکس بھی ہوتا ہے۔ ایک اعلےٰ شے ادنیٰ چیز کی خاطر قربان کرنی پڑتی ہے۔ بلکہ بعض وقت یہ بھی یقینی طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ ان میں سے اعلےٰ کون ہے اور ادنیٰ کون ہے۔ اور باوجود اسکے ایسی راہ اختیار کرنی پڑتی ہے جس سے بقاء نوع کی اُمید بر آسکے۔

نہ صرف انسان میں ہم دیکھتے ہیں کہ بقاء نسل کے لئے جان جوکھوں اور مصیبتیں جھیلتا ہے۔ اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔ بلکہ ادنےٰ سے ادنےٰ حیوان بھی انسان سے کچھ کم جانفشانی نہیں دکھاتے۔ ایک مرغی کو دیکھئے۔ کہ جونہی اس سے کئی درجہ زبردست پرندہ یا درندہ اس کے بچوں کو اٹھا لے جانے کے لئے جھپٹا مارتا ہے۔ تو فوراً پروں کو پھیلاتی اور غصے سے جھنجھلا شور وغل مچاتی ہوئی اس پر حملہ کر دیتی ہے۔ حالانکہ وہ اس دشمن کے مقابل میں نہایت ہی کمزور ہوتی ہے۔ اور غالباً اپنے اس مقابلہ میں خود ہی شکار ہو جاتی ہے۔ یا بچوں کو اس کے منہ سے چھڑا نہیں سکتی۔ مگر وہ جتنا کہ اس سے ہو سکتا ہے۔ ان کی سلامتی کے لئے جد وجہد کرتی ہے۔ اور اسے اپنی جان کی مطلق پرواہ نہیں ہوتی۔

بقائے نسل کی انسانی اور حیوانی خواہش میں فرق

غرض اس قسم کے مشاہدات ہمیں بتلاتے ہیں کہ بقاء نسل کی اہمیت کا احساس حیوانات میں کس قدر قوی ہے انسان بھی اس تقاضائے فطرتی میں ان کے شریک حال ہے لیکن ان میں اور اس میں ایک فرق ہے۔ کہ حیوانات اپنے طبعی خواص اور قویٰ اور افعال وغیرہ ہو بہو اپنی نسلوں میں منتقل کر کے ان کی کماحقہ، حفاظت کرتے ہیں۔ اور وہ بارِ امانت جس کے متعلق قرآن شریف میں آیا ہے۔ کہ زمین وآسمان نے ابین ان یحملنا ھا وحملھا الانسان۔ اس میں خیانت کرنے سے انکار کیا۔ انسان نے اس میں خیانت کی۔ اور اس کو ادا نہیں کیا۔ سب کائنات اپنے اپنے مقررہ افعال اور واجبات کو اپنی طبعیت کے موافق ادا کر رہے ہیں۔ اور ان کے ساتھ انسان بھی جہاں تک کہ اس کی طبعی شہوات کا تعلق ہوتا ہے۔ وہ اپنے واجبات کو سمجھتا اور انہیں ادا کرتا ہے۔ مگر شہوات کے تقاضوں کو اس طرح پر ادا کرنا کوئی خوبی نہیں۔ یہ ایک طبعی فعل ہے جو ایک پتھر بھی کر رہا ہے۔ لیکن جہاں کہ عقل وفکر اور اخلاق وتقویٰ کا تعلق ہے۔ گویا نسے اسے اسبات کی مطلق پروا نہیں ہوتی۔ کہ اللہ تعالےٰ نے جو اعلیٰ قویٰ اس کو دیئے ہیں۔ جو علم ومعرفت اسے عطا کی ہے۔ اور جو اخلاق فاضلہ کے متعلق اسے ادراک دیا ہے۔ اور جو تقویٰ کے اصول وقواعد سکھائے ہیں۔ ان کو بھی کماحقہ، اپنی اولاد تک پہنچانے کی فکر وکوشش کرے۔ وہ صرف اپنی شہوات نفسانی پر اکتفا کر کے اصل مقصد زندگانی کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ یہ وہ خیانت ہے جس کا انسان مرتکب ہوتا ہے۔ اور یہ خیانت اس سے کئی طریق سے سرزد ہوتی ہے۔

انسان کس طرح خیانت کرتا ہے

اوّل یہ کہ وہ اپنی خداداد استعدادات اور طاقتوں کو اعمال صالحہ کی آبپاشی سے مثمر نہیں بناتا۔ یا بداعمالی سے انہیں بگاڑ کر ان کا ستیاناس کر دیتا ہے۔ اور اس طرح اسکی وہ استعدادیں اور قوتیں اس کی اولاد میں اول تو پورے طور پر منتقل نہیں ہوتیں۔ اور اگر ہوتی ہیں۔ تو مسخ شدہ فاسد صورت میں ہوتی ہیں۔ اگر فرض کر لیا جائے۔ کہ اسمیں اُنہی قوتوں اور اعلےٰ اخلاق کا بیج صحیح سالم موجود ہے اور اس بیج میں عملی تقوےٰ کی رُوح بھی محفوظ ہے۔ مگر وہ جس زمین کو اختیار کرتا ہے۔ بالکل ناقص ہوتی ہے۔ اور یہاں تک کہ بیج ہی اس میں پڑ کر خاک ہو جاتا ہے۔ صرف باپ کی اپنی ہی صلاحیت الٰہی امانت کے محفوظ رکھنے اور اس کے منتقل کرنے کے لئے کافی نہیں۔ بلکہ اس کی حفاظت وبقا میں عورت کا بھی بہت سا دخل ہوتا ہے۔

بسا اوقات ہم نے دیکھا ہے کہ اگر باپ بچے پر نماز کے چھوڑنے یا کسی بداخلاقی کی وجہ سے سرزنش کرتا ہے۔ تو جاہل ماں اس کی طرف غصے سے آنکھ پھاڑ پھاڑ کر دیکھتی ہے۔ اور جونہی کہ وہ باہر جاتا ہے۔ بچے کو گلے لگا کر اس کے ساتھ آہیں بھرتی اور اس کی دلجوئی کرنی شروع کر دیتی ہے اور اس کے منہ سے ایسے الفاظ نکلتے ہیں۔ جس سے انجان بچے کے ذہن نشین ہو جاتا ہے کہ اس کا باپ واقعہ میں بڑا ظالم ہے۔ نماز جیسی معمولی بات پر اس نے ایسی سختی کی۔ ہوتے ہوتے نوبت یہاں تک پہنچتی ہے۔ کہ ایک طرف سے نماز کی قدر اس کے دل سے جاتی رہتی ہے اور دوسری طرف باپ کی اطاعت کی رغبت کم ہوتے ہوتے آخر کار حقوق والدین ترک کر کے کفر الٰہی نتیجہ ہوتا ہے ابتدا میں تو یہ معمولی بات نظر آتی ہوگی۔ مگر اس کا نتیجہ اخلاق و تقویٰ کی تباہی ہو جاتا ہے۔ بچے کی سادہ فطرت راستگوئی کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اور اگر اس نے کوئی نقصان کر دیا ہے۔ تو پوچھنے پر وہ صاف کہہ دیگا۔ کہ اس نے کیا ہے مگر یہ مائیں ہوتی ہیں۔ جو اسے سکھاتی ہیں کہ کہو میں نے نقصان نہیں کیا۔ اور اس طرح وہ انہیں آگاہ کرتی ہیں کہ دنیا میں واقعات کے خلاف کہنا بھی کوئی شے ہے۔

بیوی شوہر کا انتخاب

جیسا کہ بیوی کے انتخاب کرنے میں خطرناک غلطیاں ہوتی ہیں۔ ایسا ہی شوہر کے انتخاب کرنے میں بھی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ اور ایک نیک اور صالحہ بیوی کسی خبیث انسان کے حوالے ہو کر تباہ ہو جاتی ہے۔ ایک احمدی خاتون کی شادی اسکے والدین نے غیر احمدی کے ہاں کر دی۔ اب اس کے خط آتے ہیں۔ کہ اس کا خاوند دین سے اسقدر نفرت رکھتا ہے۔ کہ اگر وہ اسے قرآن مجید پڑھتے پالے۔ تو غصے سے قرآن مجید چھین کر ایک طرف پھینک دیتا ہے۔ اور اسے کہتا ہے۔ کہ تم یہ جادو کیا پڑھ رہی ہو۔ اور کبھی دفعہ وہ آکر اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر اس کے پاس جاتا اور اس کا منہ ادھر ادھر پھیر کر نماز تڑوا دیتا ہے۔

یا اور اس سے بدتر حال ان صالحہ خواتین کا ہوتا ہے۔ جن کی شادی برے مردوں سے ہو جاتی ہے اور یہی صالح عورتیں اگر صالح مردوں کی بیویاں ہوتیں۔ تو وہ الٰہی منشاء جو اس قانون بقاء نسل میں تھا۔ اچھی طرح پورا ہوتا اور انسان اس بار امانت سے حتی الوسع سبکدوش ہو جاتا۔ مگر لوگ اس امر میں جلد بازی کرتے ہیں۔ اور ان کا مقصد ظاہر حسن اور طبیعت کی ادنیٰ خواہش کو پورا کرنا ہوتا ہے اس لئے وہ بہت ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ اور بدقسمتی کی موت مرتے ہیں۔

اخلاق و تقویٰ کے بقا کا سامان کرو

یہ یاد رکھو کہ تمہاری زندگی کی اغراض صرف تمہاری اپنی ہی ذات تک محدود نہیں۔ اور اگر تم میں سے کوئی علم و فضل اور اخلاق و تقویٰ اپنے اندر رکھتا ہے تو اس کا فرض یہ ہے۔ کہ جب تک وہ ان کی حفاظت اور بقاء کا سامان مہیا نہ کر لے۔ ہرگز ہرگز آرام اور راحت کی زندگی بسر نہ کرے۔ اس پر واجب ہے۔ کہ وہ اسوقت تک مضطر اور بے قرار رہے۔ جب تک وہ اس مقدس امانت کو جو مشیت الٰہی نے اس کی فطرت کو سونپی ہے۔ بقاء کا ایک نیا لباس نہ پہنا دے۔ فٹ بال کی کھیل میں تم دیکھتے ہو جب ایک مدمقابل کھلاڑی دوسرے کھلاڑی سے فٹ بال چھیننا چاہتا ہے۔ تو وہ اسکو اس سے بچانے کی حتی الوسع کوشش کرتا ہے۔ اور اس کو ایک طرف سے دوسری طرف لٹو لٹو بھاگتا پھرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ دیکھتا ہے کہ اسکے محفوظ رکھنے کی اب سوائے اسکے اور کوئی صورت نہیں کہ وہ اسکو اپنی ہی ٹیم کے کسی ہوشیار لڑکے تک پہنچا دے جہاں وہ اس مدمقابل غنیم کی دست برد سے محفوظ رہیگا ٹھیک اسی لڑکے کی طرح تمہارا حال ہونا چاہیئے۔ موت کا غنیم تم سے الٰہی امانت کو چھین کر ضائع کرنا چاہتا ہے۔ اور پیشتر اس کے کہ وہ تم پر حملہ آور ہو۔ اس بار امانت کو اپنی اولاد تک پہنچا دو۔ اور اسکو پورے طور پر پہنچا دو۔ اور جہاں تک کہ تم سے ہو سکتا ہے۔ اسکے پہنچانے اور محفوظ رکھنے کے لئے صحیح سامان اور صحیح اسباب پیدا کرو۔ خود اپنے آپ کو صالح اور متقی بناؤ۔ اور جس سامان کو تم اختیار کرنا چاہتے ہو۔ وہ صالح سامان ہو۔ اور اگر اس میں کچھ نقص ہے۔ تو اس کی اصلاح کرو اور جو ثمرات پیدا ہوں۔ انکو اجتماعی مفاسد کے سبب بگڑ جانے سے بچاؤ۔ اور انکی تربیت جیسی کہ چاہیئے کرو۔ اگر تم نے ان میں سے ایک بات میں بھی کوتاہی کی تو یقین جانو۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم امانت دار نہیں کہلا سکتے۔

کیسی عورت انتخاب کرنا چاہیئے

لوگ عموماً زوجین کے انتخاب میں جمال اور مال اور حسب جاہ کو نصب العین رکھتے ہیں۔ مگر ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ تربت یداک علیک بذات الدین۔ یعنی تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں۔ دیندار عورت انتخاب کرو۔ تاکہ تم اس کے ذریعے سے اس عظیم الشان امانت کو بغیر کم و کاست کے ادا کر سکو۔

دین ہی ایک ذریعہ ہے۔ جس سے انسان پورا پورا تقویٰ حاصل کر سکتا ہے۔ اور صرف دین ہی ایک وسیلہ ہے۔ جس سے انسان کی عقل و فکر۔ اس کا علم و عرفان اس کی استعدادیں اور قابلیتیں اور اسکے اخلاق و اعمال صالحات محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اور اسی کے ذریعہ وہ اپنی ذات کو ایک اعلیٰ بقاء نوع کی صورت میں منتقل کر سکتا ہے۔ اگر انسان میں دینی روح نہیں۔ تو کچھ بھی نہیں۔ نہ جمال ہے نہ مال نہ حسب و جاہ ہے نہ علم و فضل کسی کام ہے اور نہ اخلاق ہیں اور نہ ہی سعادت کی زندگی۔

زوج کے انتخاب کا طریق

مسئلہ زوج ایک اہم مسئلہ ہے اور اسکے متعلق صحیح انتخاب کرنا بہت مشکل امر ہے۔ انسان کا علم بہت ہی محدود ہے نہ صرف محدود ہی۔ بلکہ ناقص ہے۔ بسا اوقات ایک شخص دوسرے شخص کے ساتھ برسوں رہتا ہے۔ اور پھر بھی اس کا تجربہ اس کے اخلاق و اطوار کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتا ہمارے آقا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مشکل کو آسان کرنے کے لئے ایک راہ بتلائی ہے۔ اور وہ دعا ہے چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہر ایک شخص کے متعلق کامل علم رکھتی ہے۔ اور کوئی شے بھی آسمان و زمین میں اس کے علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اور وہ ذات پاک بہتر سمجھتی ہے۔ کہ کون کونسے زوجین آپس میں مناسب اور بہتر ہیں۔ اور صرف یہی نہیں۔ بلکہ وہ ذات اس بات پر بھی قادر ہے۔ کہ غلط انتخاب کے بعد بھی اپنی رحمت سے ایسے حالات پیدا کر دے۔ جو مقصود حقیقی تک پہنچنے کے لئے ممد و مددگار ہوں۔ اسلئے رسول کریم صلی اللہ علیہ

نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم شادی سے پہلے استخارہ کر لیا کریں یعنی اللہ تعالےٰ کے حضور درد دل سے دعائیں کریں کہ وہ اپنے علم و رحمت و قدرت سے ایسی راہ کی طرف رہبری کرے جو سعادت دارین کا موجب ہو۔ اور اپنے ہر پہلو سے برکات رکھتی ہو۔

خطبۂ نکاح میں جو آیات پڑھی جاتی ہیں۔ ان کا بھی ماحصل یہی ہے۔ جو میں نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ ان میں سے اللہ تعالیٰ ایک آیت میں فرماتا ہے۔ ولتنظر نفس ما قدمت لغد۔ یعنی نفس کو دیکھ لینا چاہیئے کہ کل کے لئے اس نے کیا سامان کیا ہے۔ ہماری جماعت کو صرف آج ہی ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں۔ جو کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم اور آپ کے مسیح علیہ السلام کی دی ہوئی مقدس امانت کو اٹھائیں۔ اور وہ سر منزل تک پہنچائیں بلکہ آج سے زیادہ ضرورت کل کے لئے ہے۔ کل کے لئے ایسی روحیں ہونی چاہئیں۔ جو اس امانت کو اپنے اندر محفوظ رکھ کر ایک پاکیزہ زندگی کے ثمرات پیدا کریں۔ یہ ایک ایسی عظیم الشان ضرورت ہے۔ کہ اس کو پورا کرنے کے لئے سارے آج کو کل کے لئے قربان کر دینا چاہیئے۔ چاہیئے کہ ہر ایک احمدی ماں باپ کو اس کی فکر ایسی دامنگیر ہو۔ جو سب فکروں اور دھندوں کو بھلا دے۔

اسی غرض کو مدنظر رکھتے ہوئے آج میں سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کے نکاح کا مہر النساء بیگم جو کہ مولوی امیر محمد خان صاحب کی لڑکی اور پروفیسر عطاء الرحمن صاحب کی ہمشیرہ ہیں۔ ایک ہزار مہر مقرر کر کے اعلان کرتا ہوں۔

میں بھی دعا کرتا ہوں۔ اور سب احباب بھی دعا کریں کہ اس ازدواج کو خود زوجین اور ان کے اقرباء اور ساری جماعت کے لئے مبارک کرے۔ آمین۔

اسلام میں حریت و مساوات

خواجہ محمد عبد اللہ صاحب اختر امرتسری کے مضمون مندرجہ وکیل کے جواب میں سیدنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جو مفصل و مبرہن جواب ارقام فرمایا ہے وہ ٹریکٹ کی شکل میں چھپ گیا ہے قیمت ۲ آنہ فی پرچہ۔ مینجر الفضل قادیان سے مل سکتا ہے۔

ایک میت کی بے حرمتی کرنیوالوں سے

دہلی کے خان بہادر عبد الاحد صاحب کے جنازہ کو قبرستان میں دفن ہونے سے وہاں کے مسلمانوں نے روک دیا۔ جس پر مرنیوالے کے وارث جنازہ گھر پر واپس لے آئے۔ اور وارثوں کے یہ کہنے پر کہ مرحوم نے عدم تعاون کی مخالفت سے توبہ کر لی تھی۔ جنازہ کے دفن کرنے کی اجازت دی گئی۔

یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس سے ثابت ہو گیا ہے کہ مسلمان اسلامی شریعت سے بالکل ناواقف اور الٰہی حدود سے بالکل تجاوز کر گئے ہیں۔ اور قرآن مجید کی حکومت کے جوئے کو اپنی گردن سے اتار کر بالکل مادر پدر آزاد ہو گئے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

بخاری میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک جگہ اپنے اصحاب کے ہمراہ بیٹھے تھے۔ کہ پاس سے ایک یہودی کا جنازہ گذرا۔ آپ فوراً کھڑے ہو گئے۔ اور جب جنازہ گذر گیا تب آپ بیٹھ گئے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ تو یہودی کا فر تھا۔ آپ نے فرمایا۔ الیست نفساً۔ یہ بیشک یہودی اور کافر تھا۔ مگر کیا یہ انسانی جان نہ تھی۔ میرا جنازہ کے ادب کے لئے کھڑا ہونا اس کی ذاتی خوبیوں کے لئے نہ تھا۔ بلکہ اس حیثیت سے تھا کہ یہ بنی نوع انسان میں سے ایک فرد تھا۔ مسلمانو! اپنے رؤف رحیم نبی کے نمونہ پر غور کرو۔ وہ جنازہ کو دیکھ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور جب تک جنازہ چلا نہیں جاتا کھڑا رہتا ہے۔ بتاؤ وہ جنازہ کس کا ہے؟ تم نہیں بتاتے تو میں بتاتا ہوں۔ وہ جنازہ ایک یہودی کا ہے۔ کون یہودی؟ وہ جو لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد و عیسی ابن مریم کے مطابق ابدی ملعون تھا۔ وہ جو جعل منہم القردۃ والخنازیر کے موافق اپنی زندگی میں بندر اور سور کہلانے کا مستحق تھا۔ وہ جو لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین اٰمنوا الیہود کے مطابق مسلمانوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن تھا۔ اب خدا کے لئے بتاؤ خان بہادر عبد الاحد اس یہودی سے بدتر تھا؟ میں یقین کرتا ہوں کہ کوئی مسلمان اس کا جواب اثبات میں نہیں دے سکتا۔ لیکن اگر کوئی شخص قرآن سے ناواقف ہو کر کہے کہ ہاں وہ یہودی سے بدتر تھا تو پھر بھی میں اسے کہوں گا کہ جنازہ کو روکنا اور جنازہ کی بے حرمتی کرنی جائز نہیں۔ کیوں؟ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الیست نفساً۔ یعنی لوگو! کیا وہ انسانی جان نہ تھی؟ پس جب تک تم خان بہادر کو انسان سمجھتے ہو۔ تب تک تم اس کے جنازہ کی بے حرمتی نہیں کر سکتے۔ یہ تمہارے نبی کا ارشاد ہے۔ اور نبی بھی وہ نبی جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ یعنی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو یہودی کے جنازہ گذرنے پر فوراً تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ اور جب تک وہ چلا نہ گیا بیٹھے نہیں۔ مگر تم مسلمانوں نے جنازہ کو دفن ہونے سے رد کر دیا۔ تم وارثوں کو ڈرانے آئے۔ تم نے وارثوں کو تعزیت کی بجائے برا بھلا کہا۔ اب بتاؤ تم نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نمونہ پکڑا؟ میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں۔ اس سے تم اپنا حق پر ہونا یا نہ ہونا خود سمجھ جاؤ گے۔ بتاؤ۔ اگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی شخص خان بہادر عبد الاحد جیسا ہوتا۔ اور وہ اس جرم کا مرتکب ہوتا۔ جو تمہارے نزدیک عبد الاحد نے کیا تھا۔ تو کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جنازہ پر سیٹیاں بجاتے۔ کیا آپ گالیاں دیتے۔ کیا آپ وارثوں کے پیچھے بھاگ کر قبرستان میں جاتے۔ کیا آپ نعش کو دفن ہونے سے رد کر دیتے؟ ایمان سے کہنا۔ کیا ان افعال میں سے کوئی فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی شان کے شایان ہوتا؟ ہرگز نہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی قسم کہ ہرگز نہیں۔ پھر بتاؤ کہ تم نے اپنی کارروائی میں کس کو نمونہ پکڑا۔ کیا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یا ابوبکر یا عمر رض و عثمان رض و علی رض کا؟ میرا یہ مطالبہ نہیں کہ تم نے جنازہ کیوں نہیں پڑھا یا تم نے میت کو کندھا کیوں نہیں دیا۔ یا تم نے وارثوں کے پاس تعزیت کیوں نہیں کی یا تم فاتحہ و قل میں شریک کیوں نہ ہوئے۔ میرا مطالبہ صرف اسقدر ہے کہ تم نے جنازہ کیوں رد کا۔ کیا کوئی

حدیث ایسی تم نے دیکھی ہے۔ جس میں لکھا ہو۔ کہ کسی مسلمان کہلانیوالے کا خواہ اس نے کتنا ہی بڑا جرم کیوں نہ کیا ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جنازہ دفن ہونے سے رکوا دیا ہو۔ یا آپ کے خلفاء نے۔ اگر کوئی ایسی حدیث ہے۔ تو لاؤ۔ لیکن یاد رکھو۔ ان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ۔ آؤ۔ میں تم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک اور نمونہ دکھاؤں۔ عبداللہ بن ابی منافقوں کا سردار آنحضرت صلعم کا دشمن والذی تولی کبرہ کے ماتحت حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت لگانے والا لیخرجن الاعز منھا الاذل کے موافق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نکالنے والا جنگ احد میں تین سو آدمیوں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد سے روک کر واپس لے جانے والا ان المنافقین فی الدرک الاسفل کے ماتحت دوزخ کے بدترین طبقہ میں جانے والا جب مرتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس کا جنازہ مسلمانوں کو قبرستان میں دفن ہونے سے نہیں رکواتے۔ بلکہ خود نماز جنازہ ادا کرتے ہیں اپنا کرتہ اسے کفن کے لئے پہناتے ہیں۔ دفن کرتے وقت اپنا لب مبارک اس کے منہ میں ڈالتے ہیں۔ بتاؤ کیا خان بہادر عبدالاحد عبداللہ بن ابی سے بدتر تھا ہرگز نہیں۔ وہ منافق تھا۔ اس نے حضرت عائشہ پر بہتان باندھا۔ اس نے نبی کریم کو گالیاں دیں۔ اس نے زندگی بھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سخت سے سخت تکلیف دی۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ آپ کے گلے میں کپڑا ڈالکر ایسا گھونٹا کہ آپ کا سانس بند ہو گیا وہ راس المنافقین مرتا ہے۔ تو رؤف رحیم نبی جو ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ اس کا جنازہ پڑھتا ہے۔ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرتا ہے۔ اسے اپنا کرتہ بطور کفن پہناتا ہے۔ اور اس کے منہ میں اپنا لب ڈالتا ہے۔ مسلمانو کیا تم نے خان بہادر عبدالاحد کے جنازہ سے وہی کیا تھا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رائس المنافقین کے جنازہ سے کیا تھا؟ اگر وہی کیا تو مبارک ہو۔ کہ تم نے رسول کریم کی پیروی کی۔ اور اسے نمونہ پکڑا۔ لیکن اگر تم نے کچھ اور نمونہ دکھایا۔ تو افسوس ہے۔ کہ تمہارے متعلق قیامت میں فرشتے آنحضرت صلعم سے کہیں گے۔ کہ لا تعلم ما احدثوا بعدک تجھے کیا معلوم کہ تیری امت نے تیرے بعد کیا کیا نئی باتیں ایجاد کر لیں۔ آنحضرت صلعم کو جنازہ کے وقت حضرت عمر رض نے عرض بھی کیا۔ کہ آپ ایسے خبیث آدمی کا جنازہ پڑھتے ہیں۔ مگر آپ نے باوجود حضرت عمر رض کے مطلع کرنے کے پھر بھی جنازہ پڑھا۔ اور تمام وہ سلوک کیا جو اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

اس جگہ ممکن ہے۔ کہ بعض بیتیم ملاّ کہدیں۔ کہ آنحضرت صلعم کے اس فعل کے متعلق قرآن مجید نے اظہار ناراضگی کیا تھا۔ اس لئے اس بات کا ازالہ بھی ضروری ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ عبداللہ چونکہ منافق تھا اور منافق وہ ہے۔ جو دل سے خدا اور رسول کا منکر اور بالکل کافر ہوتا ہے۔ مگر منہ سے کہتا ہے۔ کہ میں مسلم ہوں۔ اس لئے اس کا نشان ظاہر ہونے پر یہ کرنا چاہیئے تھا کہ اس کا جنازہ نہ پڑھا جاوے۔ اور بس اس واسطے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ انھم کفروا باللہ ورسولہ وماتوا وھم فاسقون۔ یعنی منافق جو کہ خدا اور رسول کا منکر ہوتا ہے۔ اس کا جنازہ نہ پڑھنا اور نہ دعا مغفرت کے لئے اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ اب بتاؤ۔ کہ کیا اس آیت میں انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے سے روکا ہے۔ یا گالیوں کا حکم دیا ہے یا وارثوں کو ڈرانے کا حکم دیا ہے۔ یہاں تو صرف اتنا ارشاد ہے۔ کہ تو اس کا جنازہ نہ پڑھیو۔ ہم کب کہتے ہیں۔ کہ تم نے خان بہادر کا جنازہ کیوں نہ پڑھا۔ ہمارا تو صرف اتنا اعتراض ہے۔ کہ تم نے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے سے کیوں روکا۔ تم نے وارثوں سے سخت کلامی کیوں کی۔ بتاؤ کہ کیا اس آیت میں یہ لکھا ہے۔ کہ منافق کا جنازہ نہ پڑھنا یا یہ لکھا ہے۔ کہ جنازہ دفن ہونے نہ دینا یا مرنے والے کو بُرا بھلا کہنا۔ اگر ایسا نہیں تو پھر اس آیت سے تم کو کیا فائدہ بلکہ یہ آیت تو تم کو مجرم بناتی ہے۔ اور اس آیت کی تو تم نے خلاف ورزی کی ہے۔ آیت کا تو محض اتنا ارشاد ہے۔ کہ جو منافق ہو۔ ساری عمر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتا رہا ہو۔ خدا اور رسول کا دل سے منکر ہو۔ اس کا جنازہ نہ پڑھنا۔ یہ نہیں کہ اس کا جنازہ دفن نہ ہونے دینا۔ مگر تم نے تو خان بہادر کا جنازہ دفن ہونے سے روک دیا۔ اور جنازہ واپس گھر لایا گیا۔ کیا یہ بھی اس آیت میں لکھا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ لا تقم علے قبرہٖ تو بتاتا ہے۔ کہ جنازہ دفن ہونے دو۔ مگر خود مغفرت کے لئے نہ کھڑے ہو۔ یہ تو صرف جنازہ دفن نہ ہونے کا حال ہے۔ تم نے تو جو کاروایاں لوگوں سے کیں وہ سب ناجائز ہیں۔ تم نے عدم تعاون کے زور پر بعض لوگوں کا پانی بند کیا۔ بتاؤ۔ کہ یہ کس کی سنت ہے۔ کیا خدا کی؟ نہیں کیونکہ وہ تو بُرے بھلے کافر مومن سب کو پانی دیتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ وجعلنا من الماء کل شیء حی۔ یعنی ہم نے ہر چیز کو پانی کے ذریعہ زندہ رکھا ہے۔ یا کیا یہ آنحضرت صلعم کی سنت ہے؟ ہرگز نہیں کیوں کہ جنگ بدر میں آپ نے کافروں کو اپنی جان کے پیاسوں کو اپنے ذخیرہ سے پانی پینے دیا۔ پھر کیا یہ خلفاء اربعہ میں سے کسی خلیفہ کی سنت ہے؟ بالکل نہیں۔ کیوں کہ حضرت علی رض نے جنگ حنین میں دشمنوں کو اجازت دی۔ کہ ضرورت کے مطابق پانی ہمارے لشکر سے لے جاؤ۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ کسی نیک کی سنت نہیں۔ ہاں یہ ابوجہل کی سنت ہے۔ جس نے شعب ابی طالب میں رسول اللہ صلعم کو محصور کر کے پانی روکنے کی کوشش کی تھی۔ پھر یہ حضرت عثمان کے باغیوں کی سنت ہے۔ جنہوں نے مظلوم شہید خلیفہ کو پانی نہ پہنچنے دیا۔ اور پھر یہ شمر اور یزید کی سنت ہے۔ جنہوں نے مظلوم کربلا کے معصوم بچوں کو پیاسا تڑپایا۔ اب بتاؤ۔ کہ تم کس کے نقش قدم پر چلتے ہو۔ تم لوگ اپنے بھائی کے جنازہ کو دفن ہونے سے روکتے ہو۔ حالانکہ یہ شریروں کی سنت ہے۔ یہ عثمان ذی النورین کے باغیوں کی سنت ہے۔ جنہوں نے حضرت عثمان کے جنازہ کو دفن ہونے سے روکا۔ اور اس وجہ سے آپ کو راتوں رات چوری چوری دفن کیا گیا۔ یہ خارجیوں کی سنت ہے۔ جن کے متعلق ڈر تھا۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نعش کو قبر سے باہر نہ نکال دیں۔ اس وجہ سے حضرت علی کو

خفیہ دفن کیا گیا۔ یہ نیکوں کی سنت نہیں۔ نیکوں کی تو یہ سنت ہے۔ کہ مسلمان سپاہی خواہ وہ باغی ہو۔ اس کا جنازہ پڑھتے ہیں۔ انہیں دفن کرتے ہیں۔ حضرت علی نے جنگ جمل میں باغیوں سے لڑائی کی۔ انہیں واجب القتل سمجھ کر قتل کیا۔ ہزاروں آدمی تہ تیغ کئے۔ مگر جب جنگ ختم ہو گئی۔ تو دشمنوں باغیوں کی نعشوں اور دوستوں اور مددگار مقتولین کی نعشوں کو اکٹھا کیا۔ دونو پر ایک ہی وقت نماز جنازہ پڑھی۔ دونوں پر آنسو بہائے۔ دونوں کی خدا سے مغفرت طلب کی۔ اور دونو کو بلا امتیاز سپرد خاک کیا ہے۔ یہ ہے نمونہ مردان خدا اور ہمارے پیشواؤں کا۔ خان بہادر کا تو صرف یہ گناہ تھا۔ کہ اس نے اس حکومت کے تمغہ اور خطاب واپس نہیں کئے تھے۔ جو ترک خلیفہ سے لڑ رہی تھی۔ مگر جمل والوں کا تو یہ گناہ تھا کہ وہ خود خلیفہ وقت علی ابن طالب سے لڑتے تھے اس کی خلافت کو نہ مانتے تھے۔ اس کو قتل کرنا چاہتے تھے مگر خلیفہ وقت امیر المومنین بعد الدین نے ان کی نعشوں کو دفن ہونے سے نہ روکا۔ ان کو گالیاں نہ دیں ان کی بے حرمتی نہ کی۔ بلکہ ان کا جنازہ پڑھا۔ ان کو اپنے ساتھیوں سے ملا کر دفن کیا تباؤ۔ کہ تم ایک ترکی خلیفہ سے (جو خلفاء راشدین سے نہیں۔) لڑنے والے انگریزوں کے تمغہ اور خطاب رکھنے والے شخص کے جنازہ کو قبرستان میں دفن نہیں ہونے دیتے۔ مگر خیر القرون میں خود خلیفہ وقت جو خلفاء راشدین میں چمکتا ہوا ستارہ ہو اپنی جان کے پیاسوں اور اپنے سے لڑنے والوں کا جنازہ پڑھتا ہے۔ اور اپنے ہاتھ سے دفن کرتا ہے تو بتاؤ۔ کہ تم نے اچھا کام کیا اور شریعت پر چلے۔ یا حق امیر المومنین کی طرف ہے۔ تم نے تو فرضی خلافت کی تائید پر وہ کام کئے۔ جو خود اصل خلافت کے مالکوں نے بھی جائز نہیں سمجھے۔ میں پوچھتا ہوں۔ کہ تم علی امیر المومنین پر کیا فتوے لگاؤ گے۔ بے غیرتی کا؟ بے دینی کا؟ مگر سوچ لو چاند کا تھوکا منہ پر آتا ہے عجیب بات ہے۔ کہ خان بہادر کو تو خلیفہ وقت (بقول تمہارے) سے لڑنے والی قوم کے تمغہ اور خطاب رکھنے کے جرم میں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے سے روکتا چاہو۔

مگر علی امیر المومنین خود خلیفہ وقت اپنے سے لڑنے والی قوم کا جنازہ نہیں روکتا۔ بلکہ جنازہ پڑھ کر خود دفن کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ تم صحیح رستہ پر نہیں چل رہے۔ میں پوچھتا ہوں۔ کہ تم ایسے ہی باغیرت ہو۔ اور شریعت میں جنازہ کو دفن سے روکنا جائز ہے۔ تو بتاؤ کہ ہر شہر میں جو سینکڑوں کنچنیاں رہتی ہیں۔ اور علی الاعلان اسلام کی ہتک کر رہی ہیں۔ ان کے کتنے جنازے تم نے قبرستانوں میں دفن ہونے سے روکے۔ کیا کوئی ایسی کنچنی بھی ہے۔ جس کا جنازہ تمہاری قوم کے ملا نہیں پڑھتے پھر ہندوستان میں سینکڑوں شراب خانہ مسلمانوں نے کھولے ہوئے ہیں اور [illegible] اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔ کیا ان کے جنازہ کی بے حرمتی کبھی کی گئی؟ پھر لاکھوں آدمی اسلامی فرائض کے تارک تصنیفوں اور تقریروں میں اسلامی مسائل کا مضحکہ اڑانے والے خدا کے منکر دہریہ روش ہیں کیا کوئی ایسی مثال ملتی ہے۔ کہ ان میں سے کسی کا جنازہ روکا گیا ہو۔ یا گالیاں دی گئی ہوں۔ جب کوئی مثال نہیں ملتی۔ تو خان بہادر عبد اللہ کے جنازہ کو روکنا کس شریعت کی رو سے ہے۔ تم کو چاہیئے تھا۔ کہ خان بہادر کی زندگی میں سمجھاتے۔ جیسا کہ تم کہتے ہو۔ کہ ہم نے سمجھایا تھا۔ وہ اگر نہ مانتا تو اس کو چھوڑ دیتے۔ اور جب تم سنتے کہ وہ مر گیا ہے۔ تو تم خود اس کے جنازہ پر جاتے اور نماز میں دعا کرتے۔ کہ الٰہی یہ تیرا بندہ ہمارے سچے اور اچھے اصولوں کا منکر رہا ہے۔ تو اس کی یہ غلطی معاف فرما۔ اب اس کا ہم سے تعلق ٹوٹ گیا۔ اب یہ تیرے دربار میں حاضر ہوتا ہے۔ پھر تم اس کا جنازہ لے جاتے اور قبرستان میں سپرد خاک کرتے پھر واپس آ کر اس کے رشتہ داروں سے تعزیت کرتے اور ایسا حسن سلوک کرتے کہ وہ اگر خان بہادر کے اصول کے قائل ہوتے تو بھی تمہارے حسن سلوک کی وجہ سے تمہارے ہم خیال ہو جاتے اور اسی طرح پر فاذا الذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم کا نمونہ دیکھتے۔ یعنی بڑے سلوک کے مقابل میں اگر

زندہ اعجاز مسیحائے محمدؐ کر دی

حضرت خلیفۃ المسیح کا نفس مسیحائی

جس سے ایک مُردے نے زندگی پائی

ربی الذی یحیی و یمیت آیت قرآنی کی موجودگی میں کوئی سچا مسلمان یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا۔ کہ اس حی و قیوم قادر و توانا خدا کے بغیر کوئی اور بھی مردے زندہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ آماتت واحیاء کا حصر بتا رہا ہے۔ کہ ایک ہی ذات لیس کمثلہ شیء ہے۔ جس کے قبضہ قدرت میں جملہ جہان کی [illegible] اماتت و احیاء کی صفت اسی کو سزاوار ہے۔ ہو نہیں سکتا۔ کہ ذاتی [illegible] [illegible] ایک آن کیلئے بھی کسی میں [illegible] حقیقی مردہ زندہ کر سکے۔ بے شک اس پر یہ سوال ہو سکتا ہے۔ کہ پھر حضرت عیسیٰ نے جو کہا۔ واحی الموتی باذن اللہ اس کے کیا معنے ہو سکتے ہیں۔ جاننا چاہیئے۔ کہ قرآن مجید میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی مقرب بارگاہ صمدی نہیں۔ جب قرآن مجید میں یہ اصل واضح طور سے آچکا ہے کہ مردے زندہ کرنا اللہ تعالےٰ سے خاص ہے اور یہ خاصہ الٰہی یحیی فیہ ولا یحیی فی غیرہ برحق۔ تو اس احی الموتی کے یہ معنے کبھی نہیں ہو سکتے۔ کہ جن پر حقیقی طور پر موت وارد ہو چکی تھی۔ وہ دنیا میں واپس آ گئے۔ کیونکہ ایسے مردوں کی واپسی فیمسک التی قضی علیہا الموت اور ومن ورائہم برزخ الیٰ یوم یبعثون کے بھی خلاف ہے۔ اسی طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے استجیبوا للہ و للرسول اذا دعاکم لما یحییکم میں بتا دیا گیا ہے۔ کہ افضل الرسل نے بھی مردے زندہ کئے۔ مگر ان معنوں میں نہیں۔ جن میں حضرت مسیح کا احیاء سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ یہ روحانی موت اور روحانی احیاء ہے۔ اور محاورہ قرآنی میں روحانیت نہ رکھنے والے لوگوں کو مردے کہا جاتا ہے۔ چنانچہ کفار کیلئے فرمایا۔ انک لا تسمع الموتیٰ۔ اور ارشاد ہوتا ہے۔ وما یستوی الاحیاء و لا الاموات ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور یہاں باوجود من فی القبور کے باتفاق مفسرین ایسے کفار مراد ہیں۔ جو گو اس دنیا میں بقید حیات موجود تھے۔ مگر بوجہ گمراہی من فی القبور

قادر ہو گئے - اب جیسی انکی موت ہے - ویسا ہی ان کا احیاء ہے - علاوہ ازیں مندرجہ ذیل حدیث سے بھی احیاء موتی کے معنے واضح ہوتے ہیں۔ دیکھئے مشکوٰۃ باب جامع المناقب :-

"رسول اللہ نے فرمایا جابر سے کہ تمہارے باپ کو بعد شہادت اللہ نے فرمایا تمنّ علیّ اعطک " مجھ سے مانگ میں تمہیں دونگا تو جابر کے والد نے عرض کیا یا رب تحیینی فاقتل فیک ثانیۃ اے میرے رب زندہ کر تیری راہ میں دوسری بار شہید ہوں - تو ارشاد باری تعالیٰ ہوا - انہ قد سبق منی انہم لا یرجعون کہ مُردے واپس نہیں ہوتے۔

دیکھئے خدا تعالیٰ ہاں وہ خدا جو اپنے وعدوں کا سچا ہے اور جس نے ولن یخلف اللہ وعدہ فرمایا۔ پہلے ارشاد کرتا ہے تمنّ علیّ اعطک۔ اور جب وہ تمنا ظاہر ہوتی ہے۔ تو چونکہ وہ اسکی سنت کے خلاف ہے اسلئے فرماتا ہے کہ قد سبق منی انہم لا یرجعون اس سے نہایت صفائی کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی ایسی سنت ہے جو کبھی بدل نہیں سکتی۔ اور ممکن نہیں۔ جو کبھی حقیقی مُردہ زندہ ہو کر پھر اس دنیا میں آئے پس جہاں بھی احیاء موتی منسوب الی الرسل ہوگا تو اسکے یہی معنے ہونگے۔ کہ ان کو روحانی زندگی دیگئی یا یہ کہ قریب المرگ بیمار زندہ ہوا۔ یا ایسا شخص جس کی نسبت دنیا والوں نے موت کا حکم لگا دیا پھر زندہ موجود ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ دین اسلام کو ایک زندہ مذہب فرماتا ہے۔ اور اس میں ایسے نمونے ہر زمانے میں موجود رہتے ہیں۔ جن سے انبیاء کے معجزوں کی تصدیق ہوتی ہے۔ اور اصل حقیقت کھلتی ہے۔ مسیح ناصری کی نسبت بھی لوگوں کو بہت کچھ غلط فہمی تھی۔ مگر مسیح محمدی نے آکر اسکے معجزوں کی تصدیق کی۔ اور ان کی اصل کیفیت کا انکشاف کر کے بتا دیا کہ مُردے کیونکر زندہ کئے جاتے ہیں۔ بیسیوں نہیں۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں ایسے انسان ہیں۔ جو اس احیاء موتی پر۔ جو مسیح محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر ہوا اپنے وجود کو بطور شاہد پیش کر سکتے ہیں۔ پھر یہ احیاء آپ ہی کی ذات ستودہ صفات تک محدود نہ تھا۔ بلکہ اس مسیح محمد علیہما السلام کے خلفاء کو بھی یہ قوت قدسی دیگئی۔ خصوصاً اسکا وہ خلیفہ مبشر۔ جو حسن و احسان میں اس کا نظیر ہے۔ اپنے اندر یہ احیاء رکھتا ہے کہ مُردہ زندہ کرے۔ کئی ضلالت و گمراہی کی تاریک قبروں میں پڑے ہوئے تھے جنہیں اس نفس قدسی نے نکالا اور حیات تازہ سے بہرہ یاب ہوئے۔ کئی قریب المرگ بیمار تھے جن کی نسبت ڈاکٹروں اور طبیبوں نے کہدیا کہ اب خاتمہ ہے۔ مگر ایک ہی نیم شبی دعا نے انہیں تندرست کر دیا۔ کئی باپ اپنے بیٹوں کو، بہنیں اپنے بھائیوں کو، بیویاں اپنے خاوندوں کو، مائیں اپنے بچوں کو رو چکی تھیں۔ مگر اس مسیحا نفس کی دعاؤں نے انہیں خوشی کا دن دکھایا۔ وہ مایوسوں کو رستگاری دلانے والا اور مقروضوں کی گردنوں کو دبا دینے والے بوجھوں سے بچانے والا مفقود الخبروں کو پھر اپنے خویش و اقارب سے ملانیوالا کئی شکلوں میں ظاہر ہوا۔ مگر اندھی دنیا اگر اسے نہیں دیکھتی۔ تو یہ اس کا اپنا ہی قصور ہے۔

واقعات تو بہت ہیں لیکن اس وقت مثالاً صرف ایک پیش کرتا ہوں۔

ابھی حال کا ایک واقعہ ہے کہ یہاں ایک نوجوان میر منشی فاضل نذیر خاں حضرات صاحبزادگان والا تبار سے خاص تعلقات نیاز مندی رکھنے والے انٹرنس پاس کر کے تھے ہی جب اپنے آقا و مولیٰ کا ارشاد پڑھا کر چند انٹرنس پاس نوجوان دین سیکھنے کیلئے [illegible] سلسلہ کی خدمت [illegible] تو انھوں نے [illegible] آپ [illegible] ایک شدید مرض میں مبتلا ہو گئے جو کہ جانا ہی موت کا پیغام ہے مگر آپ محض حضرت خلیفۃ المسیح کی دعاؤں سے صحت یاب ہو گئے اور پھر اپنے وجود کو حضرت خلیفۃ المسیح امیر المومنین کی [illegible] نعمت سمجھا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے تفضلات کیلئے بعض خاندانوں کو منتخب کر لیتا ہے۔ انہی صاحب کے ایک نوجوان بھائی [illegible] مطلوب خان عراق عرب میں ملازم ہیں۔ پچھلے دنوں مرزا معظم بیگ صاحب جو عراق سے آئے تو یہ خبر لائے کہ ڈاکٹر صاحب مفقود الخبر ہیں اور یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ مارے گئے۔ اسکے بعد ایک تار بھی آگیا کہ :-

Matlube Khan is no more in the world,

مطلوب خان دنیا میں نہیں۔ سرکاری طور پر بھی تار عزیز ڈاکٹر کو مُردہ ہی قرار دیا گیا اور یہاں پر اور ان کے گھر خطوط آگئے کہ مطلوب خان فوت ہو گئے۔ لیکن جب بڑھیا ماں اپنے ہونہار بچے کی یاد میں خون رو رہی تھی۔ جب اس کا ضعیف باپ اپنا عصاء پیری کھو کر بے حس و حرکت ہو گیا تھا جب نوجوان بھائی کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہو رہی تھی۔ جب احباب و اقرباء ایک دوسرے کو پرسا دے رہے تھے اور جب انا للہ وانا الیہ راجعون زبانوں پر تھا اور انا بفراقک لمحزونون دلوں میں۔ غموں کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ یاس و حسرت کی گھنگھور گھٹائیں امڈی آرہی تھیں تو اس رنج و افکار کی تاریک اور گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ایک بجلی چمکی۔ ع اما دمعۃ البرق من تلقاء کاظمۃ۔ جس نے عزیز مفقود شاہد مقصود کے چہرہ کی جھلک دکھا دی اور دیکھنے والے ہکا بکا رہ گئے کہ ہیں یہ کیا؟

میرے دوستو! یہ بجلی نہیں تھی۔ بلکہ ایک قدسی نفس کی مسکراہٹ تھی جو ہے تو اسی جہان میں۔ مگر اس جہان کا نہیں جو ہے تو زمین پر مگر زمین والوں سے نہیں وہ آسمان سے آیا اور آسمان پر ہی جائیگا اسلئے آسمان ہی کی باتیں کہتا ہے۔ زمین والوں نے کہا کہ مطلوب خان مرگیا مگر اس نے سنایا کہ کچھ فکر کی بات نہیں وہ زندہ ہے۔ تاریں جیسا کہ خبر آئی کہ مطلوب خان اس جہان میں نہیں مگر وہ ٹیلیگرام جو جناب الٰہی سے اپنے بندے کے نام پہنچا وہ یہ تھا کہ بخیر وہ بقید حیات اسی جہان میں موجود ہے۔ دنیا والوں نے بظاہر یہی دیکھا کہ مطلوب خان مارا گیا مگر آسمان والے کو یہ نظر آیا کہ مطلوب خان موت سے بچایا گیا۔ زمین سے آنیوالے تاروں اور پہنچنے والے خطوں سے یہ فیصلہ کر بیٹھا کہ مطلوب خان اب گھر نہیں آئیگا کیونکہ وہ خدا کے گھر میں جا چکا مگر خدا کے بلانے سے ایک روح صدق نے یہ آواز دی۔ ع یوسف گم گشتہ باز آید بکنعان غم مخور

چند روز نہیں بلکہ کئی ہفتے گزر گئے۔ زمین نے اپنی کہی اور آسمان نے اپنی [illegible] آسمان نے سنایا یعنی مطلوب خان کی تار آگئی کہ میں راضی خوشی ہوں کچھ فکر کی بات نہیں۔ اور پھر مفصل خط بھی پہنچ گیا کہ وہ دشمنوں کے پنجہ میں [illegible] کی حالات ایسے ہی تھے کہ پھر زندہ اس دنیا میں نظر نہ آتا لیکن خدا کے فضل نے دستگیری کی اور عجیب طرح سے رہائی پائی جان بچ گئی۔ ع - یوں مُردے زندہ ہوتے ہیں [illegible]!

کہا جا سکتا ہے کہ فوجوں میں کئی مفقود الخبر ہوتے ہیں۔ مُردہ قرار دیئے جاتے ہیں اور پھر زندہ نکل آتے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ ٹھیک ہے ایسا کبھی کبھی ہو جاتا ہے لیکن میں جو کرامت آپکے سامنے پیش کر رہا ہوں وہ اپنے ساتھ بہت سی باتیں رکھتی ہے۔ نہ صرف احباب و اقرباء اور اس کے ہم جلیس ہم نشین اسے مُردہ قرار دیتے ہیں بلکہ سرکاری طور سے بھی مُردہ ہی سمجھا جاتا ہے۔ ایسے مایوس کن حالات میں خدا کا ایک برگزیدہ بارگاہ الٰہی کا ایک مقرب کہتا ہے نہیں وہ زندہ ہے [illegible] کے ساتھ یہ اطلاع دیتا ہے کہ حالات خواہ کس قدر مایوس کن ہیں اور واقعات کتنے ہی حیرت افزا۔ مگر میرے مولا نے مجھے بتایا ہے کہ کچھ فکر کی بات نہیں وہ تو زندہ موجود ہے۔ سو اس کی نظیر (سوائے مقربین خدا) اور کوئی نہیں دکھا سکتا۔ اور یہی اعجاز ہے۔ کیا لڑائیوں میں ایک فریق جبکہ ہر طرح سے قلیل سمجھا جاتا ہے۔ فتح نہیں پا لیتا۔ کیا کسی معمولی آدمی کے بڑے بنے [illegible] بن گئے تیمور اور نپولین کی مثال موجود ہے۔ پھر کیا بات ہے کہ میدان بدر میں مسلمانوں کے چھوٹے سے گروہ کی فتح کو ایک آیت قرار دیا گیا۔ اسی لئے کہ اس فتح کی خبر پیش از وقت دیگئی۔ حضرت موسیٰ اپنے ساتھیوں کے ساتھ پانی سے صحیح و سلامت گذر گئے اور فرعون اپنے لاؤ لشکر سمیت ڈوب گیا اور یہ فرقان قرار دیا گیا جو [illegible] کئی بار ایسی صورت پیش نہیں آتی۔ خود نپولین کے ساتھ ایسا ہوا مگر پھر بھی معجزہ صرف حضرت موسیٰ ہی کا قرار پایا۔ اسی لئے کہ

والسلام علی من اتبع الھدیٰ کا اعلان بہت پہلے کیا جا چکا تھا
غرض اس قسم کی بیسیوں مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ مطلوب خان ایک مدت دشمن کے ہاتھوں میں گرفتار رہے۔ انکی موت کے سامان پورے ہو چکے تھے مگر حضرت خلیفۃ المسیح کی ہمت مردانہ و توجہ خسروانہ نے بچا لیا۔ اور وہ بالکل غیر متوقع طور پر موت سے بچ گئے۔ پھر اس بچا یا جانے کی خبر بھی ٹھیک اسوقت ہمیں مل گئی۔ جب موت واقع ہو جانیکی خبر بڑے وثوق سے دیجا رہی تھی۔ ایسا کیوں ہوا تا دنیا کے فرزندوں پر ایک بار اور اتمام حجت ہو جائے اور ان پر واضح ہو جائے کہ مردہ قوم میں زندگی کی روح پھونکنے والا یہی نفس مسیحائی ہو سکتا ہے اور روز ازل سے مقدر ہو چکا ہے کہ ان تشنگان بادیہ ضلالت اسی چشمے سے آب زلال پائیں دنیا میں اور کوئی نہیں یقیناً نہیں جہاں سے یہ ندا آئے۔ ؎

آؤ لوگو! کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ؛ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

بس ہوشیار ہو جاؤ۔ اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ زندگی چاہتے ہو تو اس کے پاس آؤ۔ جو بآواز بلند کہہ رہا ہے۔

زندگی بخش جام احمد ہے ؛ کیا ہی پیارا یہ نام احمد ہے
ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو ؛ اس سے بہتر غلام احمد ہے

تم تو ابھی یہ بحث کر رہے ہو کہ مسیح ناصری مُردے زندہ کرتا تھا یا نہیں مگر میں اے معزز ہم وطنو! اس مسیحا کا پتہ دے رہا ہوں۔ جس کے غلام مُردے زندہ کرتے ہیں سُنو! سُنو!! خداوند کہتا ہے کہ اپنی حیات کی قسم ہر ایک گھٹنا میرے آگے جھکے گا۔ اور ہر ایک زبان خدا کے سامنے اقرار کریگی۔ دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ الکمل قادیان

اسجگہ میں ان اصحاب میں سے چند ایک کی حلفیہ شہادت بھی پیش کرتا ہوں جنھیں مطلوب خان کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے قبل از وقت بتلا دیا۔

میں اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر گواہی دیتا ہوں کہ پہلے مرزا معظم بیگ صاحب سیر یہاں ڈاکٹر مطلوب خان صاحب کی فوتیدگی کی خبر لائے پھر تار بھی پہنچا۔ اور متواتر دو ہفتے ان کے ساتھیوں کے خطوط آتے رہے کہ وہ مارے گئے ہیں مگر حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ یہ خبر غلط ہے کوئی فکر کی بات نہیں میں نے رؤیا میں دیکھا کہ کوئی کہتا ہے کہ فکر کی بات نہیں۔ یہ خبر غلط ہے۔ وہ تو تین سال سے واپس آئے ہوئے ہیں۔ نذیر خان

(۲) مرزا بشیر احمد بقلم خود (ایم اے) (۳) مرزا شریف احمد
(۴) میر محمد اسمٰعیل (اسسٹنٹ سرجن)
(۵) میں نے یہ بات خود اپنے کانوں سے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ سے سُنی۔ خاکسار :۔ محمد اسمٰعیل [illegible]

دوکان محمد یامین تاجر کتب قادیان

الحمد للہ ثم الحمد للہ احمدی جنتری کا یہ

احمدی جنتری چوتھا سال ہے - خدا کے فضل ہی سے یہ مقبول ہو گئی ہے - یہاں تک کہ حضرت خلیفۃ المسیح بھی اس کو پسند کرتے ہیں - کہ یہ بھی ایک تبلیغ کا ذریعہ اچھا ہے - چالیس سے زائد مضامین کے عنوان ہیں - اور حاشیہ میں ضروری نوٹ ہیں - خط نہایت واضح جلی قلم خوشخط جس کو بچے سے لے کر بوڑھا بلا تکلف پڑھ سکتا ہے قیمت ۳؍ عہ کی سات کاپیاں ٭

قادیان گائیڈ

جس کا اشتہار پیشتر کئی بار دیا جا چکا ہے اب اللہ تعالٰے کے فضل سے یہ نہایت اعلیٰ کاغذ پر شایع ہو گئی ہے - ۱۲۰ صفحے درخمین کی تقطیع پر قیمت ۷؍ جلد منگاؤ ٭

نغمہ اکمل کے پانچوں حصے

یہ بھی درخمین کی تقطیع پر قاضی اکمل صاحب کا سابقہ مطبوعہ و غیر مطبوعہ کلام اس کے پیشتر صرف ۴ حصے شائع ہوئے ہیں - جس میں پہلا حصہ مدت سے نایاب تھا - اور پانچواں حصہ طبع ہی نہ ہؤا تھا - اب اکٹھا شائع کیا ہے - قیمت اعلےٰ کاغذ عہ اور کاغذ قسم دوم ۱۲؍

ادعیۃ الرسول

آنحضرت صلعم کی دعائیں - نماز مترجم کی تقطیع پر - بین السطور احمدی ترجمہ کے ساتھ ۴۴ صفحے پر ختم ہوئی ہے - سفید کاغذ قیمت ۲؍

شناخت مسیح موعودؑ

حضرت مسیح موعود کا ازالہ اوہام سے (مسیح ہونے کا ثبوت) اس ٹریکٹ میں درج ہے - یہ تبلیغی ٹریکٹ عصہ کے بیس نسخے ورنی ا؍ ٭

سی گھڑیاں

(بذریعہ وی پی ارسال ہوتی ہیں)

نمبر ۱ - رسٹ واچ عمدہ قسم نکل کی بمعہ تسمہ عہ ریڈیم ٹھ بڑھیا ہے ۷ عہ

نمبر ۲ " " نہایت قلمی مردانہ و زنانہ کلائی کی ۸ عہ سے ریڈیم ۹ لہ

نمبر ۳ " " چاندی کیس جوگونددار سادہ عہ ریڈیم عہ و عہ

نمبر ۴ جیبی لیور واچ معمولی قسم کی ہے ہے للعہ وللعہ

نمبر ۵ جنیوا مضبوط قسم ہے وعہ و عہ

نمبر ۶ لیور عمدہ قسم سے دعہ - جوگلو ندار عہ

نمبر ۷ - ٹائم پیس سادہ خورد ہے کلاں الارم عہ - النونیہ کا ہے

علاوہ ازیں ہر قسم کا گھٹیا و بڑھیا مال موجود ہے حاجتمند احباب جلد طلب کریں - جو صاحب پیشگی قیمت بھیجدیں گے ان کی گھڑی نہایت احتیاط سے جلسہ سالانہ پر دست بدست پہنچادی جائیگی - پتہ خوشخط لکھا کریں ۔

المشتہر

ایچ سخاوت علی احمدی واچ سیلر صدر بازار شاہجہانپور

مجربات امام فن طب

یعنی حضرت خلیفۃ المسیح اول مولانا نور الدین صاحب رضی

حب اکسیر البدن - یہ گولیاں ہر قسم کی اعصابی کمزوری ضعف - درد کمر و زانو - وجع مفاصل وغیرہ کو دور کرتی ہیں

تازہ شہادت: میاں صفدر علی صاحب قادیان میری عمر اسی سال کی ہے - مجھ کو اکثر درد کمر و زانو رہا کرتا تھا - حب اکسیر البدن کے کھانے سے میں حلفاً کہتا ہوں کہ از حد فائدہ ہوا قیمت خوراک دو ہفتہ عہ ٭

سرمہ نور نظر - جالا پھولا - دھند - پڑوال - سرخی چشم ابتدائی نزول الماء - ضعف بصر کیلئے مفید ہے - تولہ عہ

اکسیر بواسیر خونی - بواسیر خونی کے دور کرنے میں یہ گولیاں اکسیر کا حکم رکھتی ہیں - دو چار ہی دن کے استعمال سے خون بند ہو جاتا ہے اور مسوں کی شدید تکلیف رفع ہو جاتی ہے - سالہا سال کا تجربہ ہے - قیمت عہ

ملنے کا پتہ

سید حسن شاہ محمد حسین دواخانہ احمدیہ قادیان ضلع گورداسپور

چنیوٹ کے کمانیدار آرسی والے سروتے

ہمارے کارخانہ کا ساختہ محراب دار سروتہ اپنی مضبوطی عمدہ وضع قطع و نقش و نگار کے باعث تمام ہند میں مشہور ہو چکا ہے - جدت یہ ہے - کہ خود بخود کھلنے کے علاوہ پھل پر موزوں بنا کر آرسی بھی لگا دی گئی ہے - کہ ایک نظر دیکھ کر دل خوش ہو جاتا ہے ۔ دوبارہ پختہ اور آبدار لوہے کی لگتی ہے - دھوکہ سے بچو اور اصلی خرید و - اور تحفہ تحائف میں دو - ۵ آرسی والا ہے ۳ - آرسی والا عہ - یک آرسی والا ۳ عہ - بلا آرسی والا عہ - سرفنی آرسی دار عہ - بلا آرسی عہ محصول الگ

المشتہر

شیخ محمد محی الدین سروتہ فیکٹری پانی پت

البیان الکامل فی تحقیق الدق والسل

مصنفہ

جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب احمدی ماہر اکس ریز - انچارج صدر ہسپتال کانپور

دق پر نہایت واضح کتاب جو نہایت محنت سے لکھی گئی طبیب اور غیر طبیب ہر ایک کیلئے یکساں مفید حضرت خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ نے خاص طور پر تعریف فرمائی ہے - اخبار کا حوالہ ضرور ہو - مجلد للعہ - غیر مجلد للعہ - محصول ڈاک ۴؍ منی آرڈر آنا ضروری ہے - کتاب وی پی نہ کی جائے گی - کتاب مصنف سے ملسکتی ہے

عجیب و غریب مرہم

مرہم المعروف بہ عیسیٰ یا مرہم حواریین

یہ مرہم ایک بزرگ نبی (مسیح علیہ السلام) کی یادگار ہے - جو ہر قسم کے زخموں - جراحتوں - چوٹوں - جلدی بیماریوں اور ہر قسم کے خبیث زہریلے پھوڑے پھنسیوں ناسوروں ورموں - خنازیر - سرطان - طاعون - گھاؤ گنج - بھگندر بواسیر - جانوروں کے کاٹ لینے - جل جانے وغیرہ کے لئے خصوصیت سے شفا بخش اور لاثانی علاج ہے - قیمت فی ڈبیہ خورد ۱۲ متوسط ڈبیہ عہ - ڈبیہ کلاں عہ علاوہ محصولڈاک

ملنے کا پتہ: مینیجر تشحیذ الاذہان قادیان (پنجاب)